حقیقتِ

جادو ، جنات

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

حافظ محمد زمان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیُم

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ۝ [1]

ترجمہ:

جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر۔

(۱) سورۃ النساء: ۴/۸۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

قَالَ الۡاِمَامُ مَالِکٌ -رَحِمَهُ اللّٰهُ :

کُلُّ اَحَدٍ یُوۡخَذُ مِنۡ قَوۡلِهٖ وَیُتۡرَکُ، اِلَّا صَاحِبَ هٰذَاالۡقَبۡرِ اَوۡهٰذِهِ الرَّوۡضَةِ- صَلَّى اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہرایک کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے سوائے اس مکین گنبد خضراء -صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- کے ارشاد مبارک کے کہ اسے کسی صورت میں رد نہیں کیا جا سکتا۔

-☆-

(۱) صلاح الامۃ: ۱۸۲/۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

انتساب

اس لمحۂ پُرنور کے

نام

جب آیتِ صلوٰۃ وسلام

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

نازل ہوئی

○

السلام اے نسبتِ تو تاجِ عشق السلام اے دیدِ تو معراجِ عشق
السلام اے صادقُ الوعد الامیں السلام اے رحمۃ للعالمیں
السلام اے پیکرِ جُود و سخا السلام اے قاسمِ مُلکِ خدا
السلام اے شافعِ روزِ حساب السلام اے حاصلِ اُمّ الکتاب
السلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم السلام اے صاحبِ لطفِ عمیم
السلام اے واقفِ اسرارِ کُل السلام اے مالک و مختارِ کُل

کل ستاروں میں جیسے ہو ماہِ تمام ہیں اسی طرح نبیوں میں خیرُ الاَنام
جس کے منہ سے سنیں ہم خدا کا کلام بادشاہوں سے افضل ہو جس کا غلام

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

جس کو حق نے بنایا ہو اپنا حبیب جس کو حق نے بلایا ہو اپنے قریب
جس کی آمد سے جاگ اٹھے اپنے نصیب جس کے دامن سے لپٹیں امیر و غریب

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

جس کے دم سے ضلالت، جہالت مٹی جس سے ایمان و عرفاں کی دولت ملی
جس سے انساں کی قدر و قیمت بڑھی جس نے دل میں خدا کی محبت بھری

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

جسمِ اطہر کا جس کے نہ سایا پڑا جس کی اُنگشت سے مہ دوپارہ ہوا
جس کے پنجے سے پانی کا چشمہ بہا جس کی ہر بات میں ہو نیا معجزہ

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

جنتیں جس کے روضے سے لوٹیں بہار چاند سورج تصدّق ہوں لیل و نہار
دیکھنے کو کوئی جس کے ہو بے قرار آئیں جبریل جس کے لئے بار بار

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

جس کے قدموں کو عرشِ بریں نے لیا جس کا کونین میں سب نے کلمہ پڑھا
کام آئے جو محمودِ روزِ جزا جس کے القاب ہوں مصطفیٰ مجتبیٰ

اس پہ بے حد درود، اس پہ بے حد سلام

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مہ و گردشِ چار اختر

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عثمان و حیدر رضی اللہ عنہما

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق

بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

سیّما پہلی ماں کہفِ امن و اماں

حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدّیق، آرامِ جانِ نبی

اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

قرآں نے لگائی ہیں پاکیزہ ترین مہریں

اولادِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تطہیر کا کیا کہنا

لجپال لجپال
پیر سیالؒ
پیر سیالؒ

اعلامیہ

بھلوں کو بھلی
لاج

بحکم غریب نواز حضور امیر شریعت، نائب شیخ الاسلام خواجہ **محمد حمید الدین** سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

مقام تقریب آستانہ مقدسہ سیال شریف

بوقت 12:30 بجے دن بتاریخ 19 ذیقعدہ 1440 ہجری مطابق 23 جولائی 2019ء بروز منگل

اشاعت وارث نسبت پیر سیال ضیاء چشت حضرت خواجہ محمد ضیاء الحق سیالوی سجادہ نشین آستانہ مقدسہ سیال شریف کے حکم سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم النبین وعلیٰ الہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد!

الحمد للہ! ہم اہلسنت و جماعت اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا ہمسر نہیں ٹھہراتے۔ اللہ کریم کو تمام عیوب ونقائص سے منزہ ومبرا اور تمام عظمتوں کا مالک سمجھتے ہیں تمام کتب سماوی پر ایمان رکھتے ہیں۔ حیات بعد از موت، حشر ونشر، جنت ودوزخ کو حق سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی ماننے کے ساتھ ساتھ تمام سابقہ انبیاء ورسل سے افضل واعلیٰ سمجھتے ہیں اور سابقہ تمام انبیاء ورسل پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام واہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پناہ محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہوئے انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں انہیں خلیفہ اول بلافصل خلیفۃ الرسول برحق مانتے ہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ثانی برحق، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین کو خلیفہ ثالث برحق اور مولائے مرتضیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ رابع برحق مانتے ہیں اور اسی ترتیب سے ان میں افضلیت تسلیم کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی عزت وعظمت کے خلاف اشارے، کنائے یا صراحت کے ساتھ طعن وتشنیع کرنے والے کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں اور اسی طرح اہلبیت اطہار سے بغض رکھنے والے ہر شخص کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں۔ مشاجرات صحابہ میں کف لسان (خاموشی) اور ان کے فضائل ومناقب کے بیان کو شعار ایمان (نشانی) سمجھتے ہیں۔ یہ تمام عقائد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (۱) آئمہ اہل بیت اطہار، اجلہ تابعین (۲) آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ (۳) امام مالک (۴) امام احمد بن حنبل (۵) امام شافعی (۶) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (۷) حضرت داتا گنج بخش (۸) حضرت امام غزالی (۹) شیخ محی الدین ابن العربی (۱۰) امام عبدالوہاب شعرانی (۱۱) شیخ فرید الدین عطار (۱۲) حضرت مجدد الف ثانی (۱۳) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۴)۔ حضرت الشاہ احمد رضا محدث بریلی (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ (۱۶) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۷) حضور خواجہ خواجگان بہار چشت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی (۱۸) قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی (۱۹) اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے اجلہ علماء ومشائخ سے ثابت ہیں ان عقائد کا مفصلاً تذکرہ اہلسنت کے عقائد کی کتب معتبرہ مثلاً فقہ اکبر، عقیدہ طحاویہ کتاب الابانہ، شرح العقائد النسفیہ وغیرہ میں موجود ہیں اور انہیں عقائد پر ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اتفاق ہے۔ پوری امت کی طرح یہی عقیدہ مشائخ چشت علیہم الرضوان کا بھی ہے اور اسی عقیدے کو وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہوئے اعلامیہ کے طور پر آستانہ مقدسہ سیال شریف کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے تاکہ مریدین ومتوسلین اور خلفاء اور عوام اہلسنت کے لئے سند رہے۔

۱۔ تکمیل الایمان ۲۔ الظرف ۳۔ فقہ اکبر ۴۔ موطا امام محمد ۵۔ المنقذ من الضلال ۶۔ مرام الکلام ۷۔ غنیۃ الطالبین ۸۔ کشف المحجوب ۹۔ احیاء العلوم ۱۰۔ فتوحات مکیہ
۱۱۔ الیواقیت والجواہر ۱۲۔ منطق الطیر ۱۳۔ مکتوبات شریف ۱۴۔ تکمیل الایمان ۱۵۔ فتاوی رضویہ ۱۶۔ فتاوی عزیزیہ ۱۷۔ غذا المحبین ۱۹۔ مراۃ العاشقین ۲۰۔ انوار قمریہ

اعلامیہ پڑھنے کی سعادت پیر محمد معظم الحق معظمی سجادہ نشین خانقاہ معظم آباد شریف سرگودھا نے حاصل کی۔

ہے کلامِ الٰہی میں شمس الضحیٰ، ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسمِ شبِ تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خَلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

وہ خُدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو مِلا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا، ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسندِ ناز ہے عرش بریں، ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خُلد کو جس کی صفا کی قسم

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دُعا
مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عزّ و علا کی قسم

مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے اُمّید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے اُن کا کرم گواہ، وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

جادو کی حقیقت اور اثرات

سحر کے لغوی واصلی معنیٰ کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا ہے۔ جب ساحر جادوگر جھوٹ کو سچ کر کے دکھاتا ہے یا چیز اپنی حقیقت کے خلاف نظر آنے لگتی ہے تو گویا اُس نے اس شے کی حقیقت کو بدل دیا۔ سحر کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایسے الفاظ اور اعمال کے جاننے اور کرنے کو سحر کہتے ہیں جن سے انسان کو شیاطین کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ اور ان الفاظ واعمال کے اثر سے کانوں اور آنکھوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس سے آواز ہوتی ہے کچھ، اور سنائی کچھ اور دیتا ہے۔ اور چیز اپنی حقیقت کے خلاف دکھائی دینے لگتی ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

''بلکہ شیطانوں نے ہی کفر کیا سکھایا کرتے تھے لوگوں کو جادو۔'' (پ ا۔ البقرہ آیت ۱۰۲)

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل شیاطین جنات آسمان پر جاتے اور وہاں سے ملائکہ کا کلام سنا کرتے وہ فرشتوں کا کلام آئندہ حالات وواقعات پر مبنی ہوتا۔ شیاطین یہ گفتگو سن کر کاہنوں کو سناتے۔ کاہن اس میں بہت کچھ جھوٹ ملا کر لوگوں کو خبریں پہنچاتے۔ زمانۂ حضرت سلیمان علیہ السلام میں جنّات سے عمارات بنواتے، کنوئیں اور نہریں کھدواتے، قلعے اور حوض وغیرہ کے بنوانے کا کام لیا جاتا تھا جس سے شیاطین اور انسانوں کا آپس میں میل جول رہتا۔ نسبتاً انسان کے جنّات میں زیادہ طاقت ہوتی ہے اس وجہ سے وہ

عجیب انداز سے کام سرانجام دے کر انسانوں کو حیران کر دیتے۔ انسان اُن سے سوال کرتے کہ تم اتنے عجیب کام کیسے کرتے ہو تو وہ جواب دیتے کہ فلاں منتر و ٹوٹکے کی طاقت سے۔ ان ٹوٹکوں میں کفریہ اور شرکیہ باتیں شامل ہوتیں۔ لوگ ان سے سیکھ لیتے اور لکھ کر محفوظ کر لیتے جب ان کا استعمال کرتے تو شیاطین ان کی مدد کرتے اور ان کے کاموں کو سرانجام دے دیتے۔ لوگ سمجھتے اس منتر وغیرہ میں تاثیر ہے یہاں تک کہ ان منتروں کی کتابیں تک تیار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کی خبر ہوئی آپ نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کو فرمایا کہ شیاطین کو جمع کر و اور ان کو انسانوں سے ملاقات کرنے سے روک دو اور ان کی کتابوں کو جمع کر کے ایک صندوق میں بند کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا اور حکم صادر فرمایا کہ جو کوئی آئندہ جادو کرے گا سخت سزا پائے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کے بعد شیطان یہود کے پاس شکل انسانی میں آیا اور انھیں کہنے لگا کہ تمھیں معلوم ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اتنی بڑی بادشاہت کا راز کیا تھا وہ صرف جادو تھا جس کی کتابیں ان کے تخت کے نیچے دفن ہیں اگر تم ان کتابوں پر عمل کرو گے تو ان ہی کی طرح بادشاہت کرو گے یہ سُن کر یہود نے شیطان کی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زمین کھود کر کتابوں کا صندوق نکال کر جادو وغیرہ پر عمل شروع کر دیا اور وہی کچھ ہوا جو شیطان چاہتا تھا۔ کتب جادو میں جو تحریریں تھیں اُس میں بت پرستی کی شرائط تھیں اور شیاطین سے مدد مانگنے کے الفاظ موجود تھے۔ جب یہود اس پر عمل کرتے تو شیاطین چپکے سے ان کے کام کر دیتے آہستہ آہستہ تقریباً قوم کی اکثریت تورات کو چھوڑ کر غلط راستے پر چل پڑی اور ساتھ ہی یہ بھی مشہور کر دیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ نہ تھے صرف جادوگر تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ پاک تک یہی مشہور رہا۔

مذکورہ آیت پاک کے نزول سے اللہ رب العزت نے بذریعہ اپنے پیارے

محبوب ﷺ کو باخبر فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور جادو کفر ہے اور اس میں بت پرستی، جنّات پر بھینٹ، قربانی اور ان کی نذر و نیاز وغیرہ کفریات کی شرطیں ہیں یا یہ کفار کا کام ہے یہ جادو سیکھنا شیاطین کا کام ہے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ ایسے ہی کسی کی مدد نہیں کرتا اس کی مدد مشروط ہوتی ہے اُس کی مدد اُسی صورت میں ہوتی ہے جب بندہ خود شیطان بن جائے اور انسانیت کو ترک کر کے شیطانیت اختیار کر لے۔ جب کوئی جادو سیکھنا چاہتا ہے یا جادوگر بننا چاہتا ہے تو وہ تمام انسانی اوصاف کو خیر باد کہہ دیتا ہے طہارت و پاکیزگی کو چھوڑ کر گندگی اختیار کرتا ہے گندی اور نجاست والی جگہوں پر چلہ کشی کرتا ہے۔ کفر و شرک اختیار کرتا ہے۔ رحمٰن کی بندگی ترک کر کے شیطان کی بندگی اختیار کرتا ہے۔

پھر شیطان اور اس کے چیلے سب اس کے اِردگرد اس کی مدد کے لیے پیش پیش ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ:

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ○ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○

''کیا ہم تمھیں بتائیں، شیاطین کن پر نازل ہوتے ہیں؟ یہ پرلے درجے کے جھوٹے اور گنہگار پر نازل ہوتے ہیں۔'' (الشعراء آیت نمبر ۲۲۱، ۲۲۲)

شیاطین کے نزول کی وجہ سے جادوگر ہر وقت ان کے گھیرے میں رہتا ہے۔ ہمیشہ برا کرتا اور برا سوچتا ہے۔ وہ ناجائز، حرام اور غلط کاموں میں لگا رہتا ہے۔ اس آیت پاک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جادوگر کے پیچھے شیطانی قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جادوگر کا دین و ایمان اللہ و رسول سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسے شخص سے جتنا دور رہا جا سکے بہتر ہے۔ متاثر ہو کر اپنا ایمان ختم نہیں کرنا چاہیے۔ جادوگر اور جادو کروانے والا برابر ہوتا ہے۔

کسی کام میں جادوگر کی مدد لینا کفر کے مترادف ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے جس کی روایت حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ

''ہم میں سے نہیں جس نے جادو کیا یا کسی سے کرایا۔''

ایک دوسری روایت ہے کہ:

مَنْ اَتٰی عَرَّافًا، اَوْ سَاحِرًا، اَوْ كَاهِنًا يُؤْمِنُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''جو شخص کسی عراف یا جادوگر یا کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات پر یقین کرلیا تو ایسے شخص نے اس قرآن کا انکار کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر اُتارا ہے۔''

یاد رہے کہ عراف اُس شخص کو کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں چور کا نقشہ، قد و قامت، رنگ، حلیہ اور نام و نسب بتا سکتا ہوں۔ چوری کا سامان کہاں پڑا ہے کس حالت میں ہے کس نے اور کیسے چوری کی ہے۔

کاہن ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دین و ایمان سے بے بہرہ ہو۔ جو اس بات کا دعویدار ہو کہ میں آئندہ آنے والے حالات سے باخبر ہوں۔ اور وہ جو پیشن گوئی کرتا ہے وہ حقیقت پر ہوتی ہے اس میں نجومی وغیرہ شامل ہیں۔

عراف و کاہن اور جادوگر جھوٹے اور فریبی ہوتے ہیں سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ اور فریب دے کر دنیوی مال لوٹ لیتے ہیں۔

عزیز و اقربا کے درمیان اختلاف پیدا کر دیتے ہیں ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی دشمنی پیدا کرتے ہیں۔ میاں بیوی میں اختلافات اور دوری پیدا کر دیتے ہیں۔ کالے علم

کے ذریعہ سے لوگوں کو بیماریاں لگاتے ہیں۔ مرغی کے انڈے، کپڑے کی گڑیا پر اور مختلف انداز سے کالا علم کر کے تاکید کرتے ہیں کہ اس کو آگ کے نیچے دباؤ جیسے جیسے اس چیز کو تپش پہنچے گی تمہارا دشمن گھبراہٹ محسوس کرے گا بے چین رہے گا اور آہستہ آہستہ اس کی بے چینی مستقل طور پر ایک بیماری بن جائے گی۔ اس کی بیماری کسی طبیب اور ڈاکٹر کو سمجھ نہیں آتی کیونکہ مریض طبّی نقطۂ نظر سے بالکل ٹھیک ہوتا ہے لیکن جادو کے اثرات سے تڑپتا روتا اور بالآخر اپنی جان سے ہاتھ دھوڑالتا ہے۔ اس قسم کا جادو وہ لوگ کرواتے ہیں جو کسی کے مال و دولت پر قابض ہونا چاہتے ہیں یا کسی کو خوشحال دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ حسد کی آگ میں جلتے ہوئے یہ عمل کرواتے ہیں اور عمل کرنے والا بھی دنیاوی مال کی لالچ رکھنے والا ہوتا ہے۔

وہ کچھ پیسوں کی وصولی کے لیے ایسے ایسے ظالمانہ کام سرانجام دیتا ہے اس طرح جادو کرنے والا اور کرانے والا دونوں مل کر ایک بے گناہ کی جان لے لیتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سب کچھ حرام ہے اسی لیے کسی جادوگر، عراف، نجومی اور کاہن کے پاس جانا قطعاً حرام ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کے قریب ہی نہ جائیں ان کی باتوں پر یقین نہ کریں اور جب کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو خود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے اپنے لیے دعا کروائیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔

کاہنوں اور جادوگروں کے پاس جانا اُن سے کسی کام میں مدد حاصل کرنا ایمان کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا۔ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ

بِاللّٰهِ، وَالسَّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ. وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفِ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ. (متفق علیہ)

اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہلاکت میں الںے والے سات گناہوں سے بچو لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ وہ کون کون سے ہیں۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، ناحق قتل جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، بھولی بھالی پاکباز، ایماندار خواتین برائی کی تہمت لگانا۔

جادو کے اثرات کا ہو جانا اور نزولِ معوذتین:

حضور نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا اور آپ ﷺ کی ذات اقدس واطہر پر اس کا اثر ظاہر ہوا۔ اس جادو کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے قرآنِ پاک کی آخری دو سورتیں (۱) الفلق، (۲) الناس کا نزول ہوا۔ انہی دو سورتوں کو معوذتین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے طبرانی سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ:

اَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ حَسَنٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيَّ اٰيَاتٌ لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ مِثْلُهُنَّ وَهُمَا الْمُعَوَّذَتَيْنِ.

طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے حضرت ابن مسعودؓ سے حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی نقل فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کی مثل مجھ پر نازل نہیں ہوئی اور وہ معوذتین ہیں۔

حضور اکرم ﷺ سے یہودیوں کو شروع ہی سے بلاوجہ عداوت اور حسد تھا۔ جس

جس انداز سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کی شان کو اعلیٰ وارفع فرمایا۔ یہودیوں کی عداوت بڑھتی چلی گئی۔ سات ہجری ۷ھ میں حدیبیہ سے سرکارِ دو عالم ﷺ واپس تشریف لائے تو خیبر کے یہودیوں کا ایک وفد مدینہ کے ایک مشہور جادوگر لبید ابن اعصم کے پاس آیا۔ یہ شخص انصار کے ایک قبیلہ بنی زُرَیق سے متعلق تھا۔ بعض مورخین نے اسے یہودی کہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے یہودی مذہب اختیار کیا ہو۔ خیبر کے وفد نے آخر اُسے اپنی پریشانی کا اظہار یوں کیا کہ مکّہ کے اس قریشی نے یہاں آکر ہماری عزت خاک میں ملا دی ہم نے سیاسی طور پر ان کو ناکام بنانے کے بڑے جتن کیے، سازشیں کیں، منصوبے بنائے قبائل کو ان کے خلاف بھڑکایا لیکن کسی صورت کامیابی نہ ہوئی۔ ماہرین جادوگروں کا سہارا بھی لیا لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار تمہاری شہرت سن کر آئے ہیں اگر تو ہماری مدد کرے تو یہ مشکل حل ہو جائے گی۔ یہودیوں نے لبید ابن اعصم کو بہت سا نذرانہ بھی پیش کیا۔ اُس نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی لڑکا رہا کرتا تھا۔ اُس کو ورغلا کر اُس سے حضور ﷺ کی کنگھی مبارک کا ایک ٹکڑا اور چند موئے مبارک حاصل کر لیے اُس نے اور اس کی بیٹیوں نے جو جادو میں ماہر تھیں ان چیزوں پر جادو کیا اور نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں رکھ کر بنی زُرَیق کے ایک کنوئیں کی تہہ میں ایک وزنی پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کنویں کا نام ذروان یا ذی اروان بتایا جاتا ہے اور بعض نے اس کا نام بیر اریس بھی بتایا ہے۔ عرصۂ چھ ماہ گزرنے کے بعد جادو کا اثر ظاہر ہونے لگا اور پھر آخری چالیس دن زیادہ تکلیف کے گزرے ان میں سے کسی، کسی دن تکلیف انتہا کو پہنچ جاتی۔ ان اثرات کی تکلیف حضور اکرم ﷺ کو کیسے محسوس ہوتی اس کے متعلق حضرت علامہ جلال الدین السیوطیؒ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذُوْبُ وَلَا يَدْرِيْ مَا وَجَعَهٗ

یعنی نبی اکرم ﷺ کی طبیعت گھٹنے لگی۔ نقاہت بڑھنے لگی لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ معلوم نہ ہوتی۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حَتّٰی لَیُخَیَّلَ اِلَیْہِ اَنَّہٗ فَعَلَ الشَّیْءَ وَلَمْ یَکُنْ فَعَلَہٗ۔ (روح المعانی)

یعنی ایسا کام جو نہ کیا ہوتا اس کے بارے میں حضور کو خیال ہوتا کہ کرلیا گیا ہے۔

جادو کے اثر سے صرف جسمانی طور پر نقاہت و کمزوری محسوس ہوتی مگر کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے معلوم ہو کہ فرائض نبوت میں کوئی فرق وغیرہ آیا ہو۔ آپ تمام فرائض کو بخوبی ادا کرتے رہے۔ تلاوت قرآنِ پاک، نماز کے ارکان و دیگر امور میں کسی قسم کا فرق نہ آیا۔ جب تکلیف بڑھی تو حضور اکرم ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اُسی رات کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عالم خواب میں حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ صدیقہ کو بتایا کہ اے عائشہ میں نے اپنے رب سے جس بات کے متعلق دریافت کیا میرے اللہ نے اُس کے متعلق بتا دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بتایا گیا ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا رات کو عالم خواب میں دو آدمی میرے پاس آئے ایک میرے سرہانے اور ایک پاؤں کے قریب بیٹھ گیا۔ بعض یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ وہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل تھے ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ انھیں ﷺ کیا تکلیف ہے دوسرے نے جواب دیا انھیں جادو کیا گیا ہے۔

پوچھا کس نے کیا ہے۔ جواب ملا لبید ابن اعصم نے۔

پوچھا کس چیز میں؟ بتایا کنگھی کے ایک ٹکڑے اور چند بالوں کو نر کھجور کے خوشے کے

پردے میں رکھ کر۔

پوچھا کہاں رکھا ہے بتایا ذی اروان کے کنویں کی تہ میں ایک پتھر کے نیچے۔

پوچھا اب کیا کرنا ہے؟ بتایا اس کنویں کا سارا پانی نکال دیا جائے پھر اس پتھر کے نیچے سے ان چیزوں کو نکالا جائے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے یہ کام حضرت سیدنا علیؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت زبیرؓ کو سونپا انھوں نے سارا پانی نکال کر کنویں کو خشک کیا۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی کنویں پر تشریف لے آئے۔ پتھر کو اُٹھایا تو اُس کے نیچے وہ غلاف نکلا اسے کھولا گیا تو اُس کے اندر کنگھی کا ایک ٹکڑا اور چند بال جو کسی چیز میں بندھے ہوئے تھے اور اس پر گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔

یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ یہ دو سورتیں پڑھ کر سنائیں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔

سُوْرَةُ الْفَلَقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝١ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝٢ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝٣ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝٤ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝٥

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے میں پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی۔ ہر اُس چیز کی شر سے جس کو اُس نے پیدا کیا۔ اور خصوصاً رات کی تاریکی کی شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور اُن کی شر سے جو پھونکیں مارتی ہیں گرہوں میں۔ (اور میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ④ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑤ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥

(1) ''(اے حبیب) آپ کہہ دیجیے میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی۔ (2) سب انسانوں کے بادشاہ کی۔ (3) سب انسانوں کے معبود کی۔ (4) بار بار وسوسہ ڈالنے والے، بار بار پسپا ہونے والے کی شر سے۔ (5) جو وسوسہ ڈالتا رہتا ہے لوگوں کے دلوں میں۔ (6) خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں سے۔

یہ دونوں سورتیں پڑھنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کی ایک ایک آیت پڑھتے جایئے اور ایک ایک گرہ کھولتے جایئے اور ایک ایک سوئی نکالتے جائیں سورۃ الفلق کی پانچ آیتیں اور سورۃ الناس کی چھ آیات ہیں۔ اس طرح یہ گیارہ آیات بنتی ہیں لہٰذا گیارہ آیات پڑھی گئیں اور گیارہ گرہیں کھلیں اور تمام سوئیاں بھی نکل گئیں۔ ساتھ ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک ہشاش بشاش ہوگئی۔ اور جادو کا اثر جاتا رہا۔

صحابہ کرامؓ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اجازت فرمائیں تو اس (لبید ابن اعصم) کا سر قلم کر دیا جائے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ اللّٰهُ وَاَكْرَهُ اَنْ اُثِيْرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا

''مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما دی ہے میں اپنے لیے لوگوں میں فتنہ کی آگ نہیں بھڑکانا چاہتا۔''

یاد رہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیتِ نبوت اور دوسری

حیثیت بشریت۔ عوارضِ بشری کا ورود ذات اقدس پر ہوتا رہتا تھا۔ مثلاً بخار، درد، چوٹ لگنا، دندانِ مبارک کا شہید ہونا، اُحد میں جبین سعادت کا زخمی ہونا، طائف میں پنڈلیوں کا لہولہان ہونا، ان تمام صورتوں میں حضور علیہ السلام کی شانِ رسالت اور حیثیتِ نبوت پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جادو کا اثر حضور ﷺ کی صحت مبارک تک محدود تھا۔ آپ کی رسالت کا کوئی پہلو اس سے قطعی طور پر متاثر نہ تھا۔

قرآن پاک میں کئی مقامات پر سحر کے متعلق ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً سورہ البقرہ، سورۂ شعرا، سورہ الاعراف، سورہ یونس، سورہ طٰہٰ اور مختلف احادیث مبارکہ واقوالِ آئمہ ومشائخ سحر کی حقیقت کی وضاحت وامثال موجود ہیں۔ حضرت سلیمان کے واقعات کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے اس کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور دربارِ فرعون:

جب اللہ رب العزت نے لوگوں کی رُشد وہدایت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تو فرعون کو اپنے لیے سخت خطرہ محسوس ہوا تو اُس نے چاہا کہ اپنی شان وشوکت جبر وقہر کا اثر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ڈال کر ان کو مرعوب کر کے پیغامِ حق کے فرائض کی ادائیگی سے ان کو باز رکھے۔ اپنے اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو معبود قرار دیا تو میں تجھ کو قید میں ڈال دوں گا۔ قرآنِ پاک میں یہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ○ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

ترجمہ: ''فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کر دوں گا۔

موسیٰ نے کہا اگر چہ میں تیرے پاس ظاہر نشان لایا ہوں تب بھی؟ فرعون نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو وہ نشان دِکھا۔" (ع ۲۔ شعراء)

سورہ اعراف میں یہ بیان اس انداز سے ہے کہ:

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ترجمہ: "فرعون نے کہا اگر تو اپنے خدا کے پاس سے کوئی نشانی لایا ہے تو اس بارے میں سچا ہے تو لا وہ نشان دِکھا۔"

فرعون کے اس مطالبے کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ معجزے دکھائے کہ آپ نے بھرے دربار میں اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا۔ لاٹھی نے اُسی وقت ایک اژدہا کی شکل اختیار کر لی اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسری نشانی دِکھائی کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ ایک روشن ستارے کی مانند چمکتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

فرعون کے درباریوں نے جب یہ مظاہرہ دیکھا تو غصہ میں آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے یہ تو جادوگر ہے یہ سب ڈھونگ اس لیے رچایا کہ تم (فرعون) کو تمہاری سرزمین سے باہر نکالنا چاہتا ہے۔

اس معاملہ کی گواہی قرآنِ پاک سے اس انداز سے ملتی ہے کہ:

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝

ترجمہ: پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی کو ڈالا پھر اچانک وہ اژدہا تھی صاف اور ظاہر۔

اور اُس نے ہاتھ کو گریبان سے نکالا تو دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا روشن تھا، فرعونیوں کی ایک جماعت نے کہا بلاشبہ یہ ماہر جادوگر ہے، اس کا ارادہ ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین (مصر) سے نکال دے، پس تمہارا کیا مشورہ ہے انھوں نے کہا اس کو اور اس کے بھائی (ہارون) کو مہلت دو اور شہروں میں ایک جماعت کو بھیجو جو ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر کے لائے۔ (سورہ اعراف، ع ۱۴)

سورۂ یونس میں اس واقعہ کو قرآنِ پاک نے اس انداز سے پیش کیا ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝

ترجمہ: پھر ہم نے ان رسولوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا۔ فرعون اور اُس کے درباریوں کی طرف وہ ہماری نشانیاں اپنے ساتھ رکھتے تھے مگر فرعون اور اُس کے درباریوں نے تکبّر کیا اور ان کا گروہ مجرموں کا تھا۔ پھر جب ہماری جانب سے سچائی اُن میں نمودار ہوگئی تو کہنے لگے یہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جادو ہے صریح۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم سچائی کے حق میں جب وہ نمودار ہوگئی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر کبھی کامیابی نہیں پا سکتے۔

(انھوں نے جواب دیا) کہا کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو چلتے دیکھا اس سے ہمیں ہٹا دو اور ملک میں تم دونوں بھائیوں کے لیے سرداری ہو جائے؟ ہم تو تمھیں ماننے والے نہیں اور فرعون نے کہا لاؤ میرے پاس ہر قسم کے ماہر ساحر۔ (ع ۸۔ س یونس)

سورہ طٰہٰ میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ○ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ○ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ○

ترجمہ: اس نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرے؟ اچھا ہم بھی اسی طرح کے جادو کا کرتب لا دکھائیں گے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دن (مقابلہ کا) مقرر کر دے نہ تو ہم اس سے پھریں نہ تو دونوں کی جگہ برابر ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جشن کا دن تمہارے لیے مقرر ہوا دن چڑھے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ (ع ۳۔ طٰہٰ)

الغرض فرعون اور فرعونیوں میں یہ فیصلہ طے پایا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو کچھ مہلت دو اور اس دوران تمام ماہر جادوگروں کو دربار میں جمع کر لو اور پھر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بلا کر جادوگروں کے ساتھ مقابلہ کروا لو اور ظاہر ہے کہ جادوگروں کے مقابلہ میں ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کے تمام ارادے غلط ہو جائیں گے۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا تمام ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیا گیا

اور مقابلے کا دن آ گیا۔

مصری ساحر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت مبارک جس زمانہ میں ہوئی اس دور میں مصری علوم وفنون میں سحر کو ایک مستقل علم وفن کی حیثیت حاصل تھی اور اسی بنیاد پر ساحرین مصر کو ایک خاص مرتبہ حاصل تھا اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اسی طرح ان کو دربار میں بھی اثر ورسوخ حاصل تھا۔ اور پیدائش ووفات کی زائچہ کشی، جنگ وصلح اور اہم سرکاری معاملات میں انہی سے رجوع کیا جاتا تھا۔ پہلی قوموں کی ایک گمراہی یہ بھی رہی ہے کہ وہ جادو پر مذہبی حیثیت سے اعتقاد رکھتے اور اپنی مذہبی زندگی میں اثر انداز یقین کرتے تھے۔ اور اسی بنیاد پر وہ اس کو سیکھتے اور سکھاتے بھی تھے۔ اور اسی وجہ سے فرعون اور فرعونیوں نے یہ خیال کرلیا کہ موسیٰ علیہ السلام جادو کے زور سے مصری حکومت پر قابض ہونا چاہتے ہیں وہ ا چاہتے تھے ماہر جادوگروں کے ذریعے سے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے دیں گے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا کہ وہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نشانیاں (معجزات) فرعون اور اُس کی قوم کو دکھا چکے ہیں انھوں نے رد کر کے جادو اور سحر کا نام دے دیا ہے اور اب جبکہ جادوگروں سے مقابلہ کے بعد اللہ رب العزت کے عطا کردہ معجزات غالب رہیں گے تو ان کو ہر صورت میں صداقت اور حق کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ اگر مقابلہ نہ ہوگا تو پھر فرعون قوم کو یہ کہہ کر کہ یہ سحر اور جادو ہے ہمیشہ کے لیے حقیقت سے بے خبر رکھے گا۔ پس اگر یوم الزینۃ (جشن کا روز) کے روز عوام وخواص کے اجتماع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہوکر میری صداقت کا اقرار کرلیں گے تو پھر کسی کو لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور حق وصداقت کا مظاہرہ برسرِ عام ہونے کی وجہ سے منصب نبوت کے فرائض کو سرانجام دینے کے لیے ایک راستہ کھل جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساحروں کے درمیان مقابلہ:

بالآخر مقابلہ کا دن آ گیا۔ جگہ کو آراستہ کیا گیا۔ فرعون تخت نشین ہوا اور باقی درباری حسب مراتب بیٹھ گئے بے شمار لوگ اس مظاہرے کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ ایک طرف جادوگر ساز و سامان لیے کھڑے تھے اور دوسری طرف حق و صداقت کے پیکر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کھڑے تھے۔ فرعون خوشی خوشی ساحروں سے انعام واکرام اور اپنے قرب کا وعدہ کر رہا تھا۔ قرآن پاک میں اس ماحول کا تذکرہ اس طرح ہے کہ:

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۙ وَّقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ۙ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○

پھر وعدہ کے دن جادوگر جمع ہو گئے اور لوگوں سے کہا گیا کہ جمع ہو جائیں شاید ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ غالب رہیں۔ سو جب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا ہمارے لیے انعام ہے اگر ہم غالب رہیں فرعون نے کہا ہاں، اور تم اس صورت میں (ہمارے) مقربین میں سے ہو گے۔

جب ساحروں کو فرعون کی جانب سے اطمینان حاصل ہوا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اور درباریوں نے جو کچھ جادوگروں کی حوصلہ افزائی کی قرآنِ پاک میں اس کا ذکر اس طرح سے ہے۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ
بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ○ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ○ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ
يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ○ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ
مَنِ اسْتَعْلٰى ○ (سورہ طٰہٰ، ع ۱۲)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے کہا افسوس تم پر۔ دیکھو اللہ پر جھوٹی تہمت نہ لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی عذاب بھیج کر تمہاری جڑ اُکھاڑ دے۔ جس کسی نے جھوٹ بات بنائی وہ ضرور نامراد ہوا۔ تو اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہو گئے اور پوشیدہ سرگوشیاں شروع ہو گئیں پھر (درباری) بولے یہ دونوں بھائی ضرور جادوگر ہیں۔ یہ چاہتے ہیں اپنے جادو کے زور سے تمھیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور پھر تمہارے شرف اور عظمت کے مالک ہو جائیں۔ پس اپنے سارے داؤ جمع کرو اور پَرا باندھ کر ڈٹ جاؤ۔ جو آج بازی لے گیا وہی کامیاب ہوگا۔

اس کے بعد جادوگروں نے بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا ان باتوں کو چھوڑ دیہ بتاؤ کہ پہل تمھاری طرف سے ہوگی یا ہماری طرف سے یعنی پہلے آپ مظاہرہ کریں گے یا ہم موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے اس رویہ سے جان لیا کہ میری تبلیغ کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابتدا تمہاری ہی طرف سے ہوگی تم اپنے فن کا مکمل طور پر اظہار کر لو، پوری حسرت نکال لو۔ تو ساحروں نے اپنی رسیاں، بان اور لاٹھیاں زمین پر ڈالیں جو سانپ و اژدہا کی شکل اختیار کر گئیں اور دوڑتی نظر آنے لگیں۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر اس وجہ سے خوف زدہ ہوئے کہ کہیں یہ لوگ اس کو حقیقت سمجھ کر متاثر و مرعوب نہ ہو جائیں اور یہ مظاہرہ

راہِ حق میں رکاوٹ کا باعث نہ بن جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام کو مطمئن فرماتے ہوئے مطلع فرمایا کہ ہمارا وعدہ ہے کہ غالب تم ہی رہو گے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالو۔ موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خداوندی لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا تو وہ اژدہا بن کر ساحروں کے پورے فن کو نگل گیا اور میدان صاف ہو گیا اور جادوگر اپنے جادو میں ناکام رہے اور موسیٰ علیہ السلام کامیاب و کامران ہوئے۔ قرآن پاک اس کی شہادت دیتے ہوئے فرماتا ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ○ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ○ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۚ (سورہ اعراف، ع ۱۴)

ترجمہ: جادوگروں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام یا تو اپنی لاٹھی پھینکو یا پھر ہم پھینکیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی پہلے پھینکو، پھر جب جادوگروں نے جادو کی بنائی ہوئی لاٹھیاں اور رسّیاں پھینکیں تو لوگوں کی نگاہیں جادو سے مار دیں اور اپنے کرتبوں سے ان میں دہشت پھیلا دی اور بڑا جادو بنا لائے اور اس وقت ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو، جونہی اس نے لاٹھی پھینکی تو اچانک کیا ہوا کہ جو کچھ جھوٹی نمائش جادوگروں کی تھی سب اُس نے نگل کر نابود کر دی۔ پس حق قائم ہو گیا اور وہ جو عمل کر رہے تھے باطل ہو کر رہ گیا۔

پس اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر بولے۔ الغرض جادوگروں نے جو اپنے فن میں کامل اور ماہر تھے عصائے موسیٰ علیہ السلام کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے اور اب تک فرعون اور درباری جس بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے

وہ چھپا نہ سکے اور انھوں نے برسرِ مجلس یہ اقرار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عمل جادو سے بالاتر اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہے۔ سحر سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور فوراً سر بسجود ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہی رب العلمین ہے۔

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝

ترجمہ: ''پس سب جادوگر سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے ہم ہارونؑ اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے۔'' (سورہ طٰہٰ، ع ۳)

معجزہ اور سحر میں فرق:

یہ سوال عوام وخواص میں پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نبی اور پیغمبر کا معجزہ ہے یا کسی ساحر کا سحر۔

اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور رسول کا اصل معجزہ تو اس کی وہ تعلیم ہے جو کہ راہِ حق سے بھٹکی ہوئی قوموں کی ہدایت کے لیے نسخۂ کیمیا اور دنیاوی و دینی کامیابی وکامرانی کے لیے بے مثل قانون کی شکل میں پیش کرتا ہے یعنی آسمانی والہامی کتابیں تورات وزبور انجیل صحیفے اور قرآن پاک۔ جس سے صاحب علم وحکمت ان کی بتائی ہوئی رشد وہدایت کی صداقت وکمال کو پرکھتے ہیں اور عوام الناس سچائی اور صداقت کے لیے بعض ایسی چیزوں کے خواہش مند ہوتے ہیں جو پیغمبروں کی لائی ہوئی ہدایت کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی کرشموں سے متعلق ہوں اور جن کے مقابلہ سے تمام دنیوی طاقتیں عاجز ہو جائیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ورُسل کو دین حق کی تعلیم اور پیغام کے ساتھ ساتھ ایک یا چند معجزات سے نوازتا ہے۔ اور جب کوئی نبی دعوائے نبوت کے ساتھ بغیر اسباب کے ایسا

نشان دکھاتا ہے جس کا مقابلہ کوئی دنیاوی طاقت نہیں کر سکتی اُسے معجزہ کہتے ہیں اور بوجہ معجزہ عوام وخواص پر رب تعالیٰ کی حجّت تمام ہو جاتی ہے اور اگر کسی کے درمیان تعصب اور ہٹ دھرمی حائل نہ ہوتو وہ بے ساختہ اقرار کرتے ہوئے سرِ تسلیم خم کر لیتا ہے۔

معجزہ نبی کی صداقت کے لیے براہِ راست فعل خداوندی ہے۔ جو بغیر اسباب کے وجود میں آتا ہے اس کا قیام کسی اصول وقوانین کے تحت نہیں ہوتا کہ ایک فن کی طرح سیکھا جا سکے۔ اور نبی مخالفین کے سامنے بطورِ تحدی (چیلنج) اس کو دیکھانے پر ہمہ وقت قادر ہوتا ہے۔ نبی کو جب بھی معجزہ دکھانے کی ضرورت پیش آتی ہے وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو کر دکھانے کی قوت عطا ہو جاتی ہے۔

سحر اور جادو ایک فن ہے۔ جس کے اصول وقوانین ہیں جن کو ایک ساحر اپنا کر اس فن کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ یہ اسباب کے تحت ہوتا ہے اس کے اسباب عام نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن اس فن سے واقفیت رکھنے والے اُن پوشیدہ اسباب سے واقف ہوتے ہیں اور یہ دوسرے علوم وفنون کی طرح مرتب ومدوّن ہوتے ہیں اس مختصر سی عبارت سے معجزہ اور سحر کی حدود الگ الگ ہو گئی۔

رہی بات حِسّی اور مشاہداتی معاملہ کی تو ایسی صورت میں معجزہ اور سحر میں فرق یہ ہوگا کہ:

نبی کی زندگی مبارک صداقت، تقویٰ وطہارت اور مخلوق خدا کی ہمدردی وغمگساری سے وابستہ ہوگی اس کی سیرت وکردار بے داغ صاف اور روشن ہوتا ہے وہ معجزہ کو پیشہ و کاروبار نہیں بناتا۔ وہ معجزہ کا اظہار حق وصداقت کی حمایت کے لیے کرتا ہے وہ معجزہ اُس وقت دکھاتا ہے جب دشمن بھی اس کی عصمت وصداقت کا پہلے سے معترف ہوتا ہے مگر اس کی دعوت کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یا انکار کرتے ہیں تو معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ علاوہ

اس کے جب معجزہ اور سحر کا مقابلہ ہوتو ہمیشہ معجزہ ہی غالب آئے گا۔

اس کے برعکس ساحر کی عام زندگی خوف ودہشت، ایذارسانی اور بدعملی سے وابستہ ہوتی ہے اور لوگ ساحر سے خوف کھاتے ہیں یا ان کے سامنے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ساحر نے اپنے فن سحر کو پیشہ اور کاروبار بنایا ہوتا ہے لوگ اس کے فن سے تو متاثر ہو جاتے ہیں مگر اس کے کردار سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور معجزہ اور سحر کے مقابلہ کی صورت میں سحر ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔

یادرہے کہ سحر کچھ بھی ہو کوئی حقیقت جانے یا انکار کرے کوئی اس کو نظر کا دھوکہ کہے یا بے حقیقت جانے۔ اس مضمون میں اس کی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے قرآن پاک و احادیث مبارکہ کے دلائل کی روشنی میں لکھا گیا ہے علماء اہل سنت کی (دلائل کی روشنی میں) یہ رائے ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور مضرت رساں اثرات رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اس میں مضر اثرات رکھ دیئے ہیں جس طرح زہر میں یا دوسری ادویات میں نقصان دینے والے اثرات ہوتے ہیں۔ مفید اور غیر مفید اشیاء کا اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے۔ خیر وشر، شیطان اور نیک بندوں کا خالق، اِنس وجن، درند، پرند، چرند سب کا خالق اللہ ہی ہے مختلف اشیاء میں مختلف اثرات رکھنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سحر قدرت الٰہی سے بے نیاز ہو کر العیاذ باللہ خود موثر بالذات ہے۔ یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اس میں اثرات جو موجود ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت رکھے ہیں۔

مقابیس المجالس جو کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اس کی جلد پنجم مقبوس نمبر ۱۳ میں درج ہے کہ حضرت موصوف سے سحر اور جادو کے متعلق گفتگو ہوئی تو آپؒ نے فرمایا کہ جادو اور سحر حق ہے اور احادیثِ صحیحہ سے اس کے موثر ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور اس کے موثر ہونے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بھی

جادو کیا گیا اور آپ ﷺ پر اس کا اثر ظاہر ہوا پس جادو اور سحر کا وجود دنیا میں ہے۔

مزید اسی جلد نمبر پنجم میں مقبوس نمبر ۳ میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ پر جادو کیا گیا جس سے آپ سخت بیمار ہو گئے۔ آپ نے حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی سے فرمایا کہ نظام، فلاں قبر کے پہلو میں ایک بت دفن ہے جس میں سوئیاں لگی ہوئی ہیں اُسے نکال لاؤ۔ چنانچہ آپ وہاں گئے وہ جگہ کھودی لیکن کوئی چیز برآمد نہ ہوئی انھوں نے حضرت شیخ کے پاس آکر اطلاع دی۔ آپؒ نے تھوڑی دیر مراقب ہو کر فرمایا اے بیٹا پھر جاؤ اور زیادہ گہرا کھودو جب انھوں نے دوبارہ جا کر زیادہ کھدائی کی تو وہ بت برآمد ہوا اور اس سے اُنؒ کی بیماری بھی دور ہو گئی۔

جنّات

جنّ جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد جِنّی ہے۔ کسی چیز کے حواس سے پوشیدہ ہونے کو جن کہتے ہیں۔ بطن مادر میں جو حمل ہوتا ہے اس کو جنین کہا جاتا ہے دل کو جنان اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سینے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور مَجِنَّۃٌ ڈھال کو کہتے ہیں جو اس کو دشمن کے وار سے چھپا لیتی ہے۔

علامہ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

اِنَّ الرُّوحَانِیِّیْنَ ثَلَاثَۃٌ اَخْیَارٌ وَھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَاَشْرَارٌ وَھُمُ الشَّیَاطِیْنُ وَاَوْسَاطٌ فِیْھِمْ اَخْیَارٌ وَّاَشْرَارٌ وَّھُمُ الْجِنُّ۔

ترجمہ: روحانی مخلوق کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو سراپا خیر ہی خیر ہیں وہ فرشتے ہیں۔ دوسری قسم اُن کی ہے جو سراسر شرّ ہی شرّ ہیں وہ شیاطین ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں کچھ نیک اور کچھ شریر ہوتے ہیں وہ جن ہیں۔

جنّ اجسام رکھتے ہیں۔ ان میں ارواح ہوتی ہیں جیسا کہ حیوان میں۔ یہ انسان کی طرح صاحب عقل ہوتے ہیں لیکن لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ جن میں نر اور مادہ بھی ہوتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ جنات، شیاطین اور ملائکہ کا وجود قرآنِ پاک، احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

بعض لوگ جنّات کے وجود کا انکار کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ جنّات کے متعلق جو بھی واقعات ہیں وہ من گھڑت ہیں جب قرآن پاک کی دلیل اُن کے ساتھ پیش

کی جاتی ہے وہ کہتے کہ ہمارے نزدیک جنّ سے مراد کوئی الگ مخلوق نہیں بلکہ انسانوں کے اُس گروہ کو کہا گیا ہے جو جنگلات، صحراؤں اور پہاڑوں میں آباد ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارتے ہیں اور عام لوگوں کی نظر سے اوجھل ہوتے ہیں اس لیے اُن کو جن کا نام دیا گیا ہے ایسے لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جنات سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ کھل کر قرآن پاک کی سماعت نہیں کر سکتے بلکہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ چھپ کر قرآن سنتے ہیں۔ ایسے لوگ جو کہ جنّ الگ مخلوق ہونے سے انکار کرتے ہیں وہ صریحاً غلطی پر ہیں بلکہ کفر کرتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک کے کسی جز، کسی کلمے کا انکار کفر ہے۔ قرآنِ پاک میں جنّات کا تذکرہ کئی بار آیا ہے اور ایک الگ مخلوق کے انداز سے ذکر موجود ہے قرآنِ پاک اس بات کی گواہی دیتا ہے جنّ الگ مخلوق ہے اور ساتھ اس کا مقصد بیان فرمایا پارہ نمبر ۲۷ رکوع نمبر ۲ میں ہے کہ:

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ.

''ہم نے جنّوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر جنّ انسانوں ہی کے کسی گروہ کا نام ہوتا تو پھر آیت مذکورہ میں الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی قرآنِ پاک نے جنّ اور انسان کی تخلیق کا الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ سورۂ الرحمٰن میں ہے کہ:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝

''پیدا فرمایا انسان کو بجنے والی مٹی سے ٹھیکری کی مانند اور پیدا کیا جنّوں کو آگ کے شعلہ سے۔''

اس آیت پاک میں انسانوں اور جنّوں کا مادۂ تخلیق الگ الگ بتایا گیا ہے جو کہ

الگ الگ مخلوق ہونے کی بین دلیل ہے۔

آیت مذکورہ میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے کہ آپ ہی کی تخلیق بلاواسطہ صلصال سے ہوئی۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ قرآنِ پاک میں مختلف مقامات پر اس انداز سے ہے۔

پہلے مٹی (تراب) تراب خشک مٹی کو کہتے ہیں' پھر اس تراب میں پانی ملا کر گارا بنایا گیا جو کہ طین کی شکل اختیار کر گئی طین گیلی مٹی کو کہتے ہیں پھر وہ گارا کچھ عرصہ یوں ہی پڑا رہا تو اس میں بو پیدا ہو گئی اور رنگت سیاہی مائل ہو گئی اس حالت کو قرآن پاک میں حَمَاٍ مَّسۡنُوۡن کہا گیا ہے۔

پھر وہ لیس دار اور بو والا خشک ہو گیا اور یوں ہو گیا کہ پکی ہوئی ٹھیکری کی طرح بجنے والا۔ پھر اس کو لباس بشریت پہنایا گیا۔ پھر اس میں اپنی خاص روح پھونکی گئی اب وہ آدم تھا جس کی عظمت وشان کے آگے ملائکہ سربسجود ہو گئے۔

تخلیق آدم کے مراحل کا قرآنِ پاک میں اس طرح ذکر ہے۔

كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ (العمران ۵۹، پ۳)

''جیسے مثل آدم علیہ السلام کو اُسے مٹی سے بنایا۔''

وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ (السجدہ ۷، پ۲۱)

''اور پیدائش انسان کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔''

اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ (الصّٰفّٰت ۱۱)

''بے شک ہم نے اس کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔''

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ

(الحجر ۲۶، پ۱۴)

''اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو ایک سیاہ بودار گارا تھی۔''

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝

''پیدا فرمایا انسان کو مٹی سے ٹھیکری کی مانند۔''

مذکورہ آیاتِ قرآنی میں تخلیق آدم کے مختلف مدارج کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں پھر تخلیق آدم کے بعد نسل انسانی کی تخلیق ایک قطرۂ آب سے ہوئی جو رحمِ مادر میں قرار پکڑ کر مختلف مراحل طے کرتا ہوا انسانی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔

جس طرح آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی اسی طرح جانّ کی تخلیق خالص آگ سے ہوئی پھر جنّوں کی نسل کو چلانے کے لیے وہی نظام مرتب فرمایا گیا جو انسانوں میں جاری ہے۔ مارج کہتے ہیں ایسی خالص آگ کو جس میں دھوئیں کا نام ونشان نہ ہو۔ قرآن میں اس اَمر کی وضاحت ہے کہ انسان اور جنّ دو مختلف نوع ہیں ایک کا اصل مٹی اور ایک کا اصل آگ۔ دونوں کو یعنی انسان اور جنّ باشعور اور با اختیار بنائے اور دونوں کو احکام شریعت کا پابند بنایا۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (الکھف ۵۰، پ۱۵)

''شیطان جنّوں میں سے تھا پھر اُس نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کر لی۔''

اس آیت پاک میں مزید وضاحت ہے کہ جنّات کی تخلیق انسان سے بہت پہلے ہوئی تھی اور شیطان جنوں کا ہی ایک فرد تھا جو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھا۔ جو آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندۂ درگاہ بن گیا تھا۔ تو جن جو نوع انسانی کے باپ سے پہلے موجود تھے وہ آدم علیہ السلام کی اولاد کیسے ہو سکتے ہیں۔

جنّات کی ایک جدا مخلوق ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ قرآنِ پاک میں فرمانِ الٰہی ہے:

اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ ؕ (اعراف:۲۷)

''شیطان اور اس کا قبیلہ تمھیں دیکھتا ہے لیکن تم انھیں نہیں دیکھ سکتے۔''

نیز سورہ الرحمٰن آیت نمبر ۳۳ میں ان دو گروہوں کا ذِکر اس طرح ہے کہ:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○

''اے گروہِ جنّ اور اِنس اگر تم میں طاقت ہے تو تم نکل بھاگو آسمانوں اور زمینوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ جاؤ۔ (سنو) تم نہیں نکل سکتے بجز سلطان کے (میری طاقت کے)۔''

مزید قرآنِ پاک کی آخری سورۃ اور آخری آیت میں جنّات اور انسان کو الگ الگ بیان فرمایا ہے کہ:

مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ

''وہ جنّات میں سے ہو یا انسانوں سے۔''

قرآنِ پاک میں ایک مکمل سورۃ، سورۂ الجن کے نام سے موسوم ہے جس کی آیت اوّل ہی میں لفظ الجنّ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بغرض تبلیغ اپنے صحابۂ کرامؓ کے ہمراہ عکاظ کے بازار کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنّات کا آسمان پر جانا بند ہو گیا تھا۔ اور اگر وہ آسمان کی جانب پرواز کرنے کی کوشش کرتے تو شہابِ ثاقب اُن کا پیچھا کرتے تو انھوں نے اپنے سردار اور ایک روایت ہے کہ اس کا تذکرہ ابلیس سے

کیا۔ وہ کہنے لگا کہ ضرور کوئی بڑا حادثہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمان پر تمہارا جانا روک دیا ہے۔ اس لیے زمین میں مشرق، مغرب میں پھیل جاؤ۔ اور زمین کا گوشہ گوشہ چھان ڈالو اور اس حادثہ کا پتا لگاؤ۔ جنّات کا وہ گروہ جو کہ تہامہ کا چکّر لگانے کے لیے آیا تھا انھوں نے نخلہ کے مقام پر حضور اکرم ﷺ کو نماز کی ادائیگی کرتے ہوئے پایا۔ حضور ﷺ اُس وقت قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ انھوں نے جب کلام اللہ سنا تو کہنے لگے بخدا یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمان پر جانا روک دیا ہے پھر وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور جو سنا انہیں بتایا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا۔ اللہ رب العزت نے سورۂ جنّ نازل فرما کر اپنے محبوب کو جنّات کی آمد اور ان کے دیگر حالات کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

وہ جنّات کی جماعت جس نے نخلہ کے مقام پر حضور اکرم ﷺ سے قرآنِ پاک سنا اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے سورۂ الجنّ میں اُن کا تذکرہ اس انداز سے ہے۔

جنّات کا قرآن سننا اور ایمان لانا:

ارشادِ خداوندی ہے کہ:

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○

ترجمہ: ''آپ فرما دیجیے کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ کچھ جنّوں نے میرا (قرآن) پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

(سورۃ الجن: ۱، ۲)

اس آیت پاک سے جنّات میں سے صاحب ایمان ہونا اور ساتھ ہی حضور علیہ

السلام کے اُمتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ

''مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)

مقصد یہ کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اس کے آپ رسول ہیں۔ یا جس جس کا وہ رب ہے اُس اُس کے آپ رسول ہیں۔ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک مصطفےٰ کی مصطفائی ہے۔

جنّات کا اپنی قوم کو تبلیغ کرنا:

جب سرکار دو عالم ﷺ طائف سے واپسی پر بطن نخلہ میں قیام فرمایا تو رات کو نماز تہجد میں قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کی تو جنّوں کی ایک جماعت نے وہاں پہنچ کر قرآن سنا تو ان کو پسند آیا نماز کے ختم ہونے پر انھوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ پر ظاہر کیا اور ایمان سے مشرف ہوئے۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو اپنی قوم کو ڈرسنانے کے لیے مقرر فرمایا اور جنّات اپنی قوم میں واپس ہوئے اور تبلیغ کے فرائض کو سرانجام دیا۔ اس واقعہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے سورہ احقاف میں اس طرح دی ہے کہ:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ○

ترجمہ: ''اور جب ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے کان لگا کر قرآن سنتے۔ پھر جب وہاں حاضر ہوئے آپس میں بولے۔ خاموش رہو، پھر جب پڑھنا ہو چکا اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے پلٹے۔''

جب وہ جنّات اپنے وطن میں پہنچے تو اپنی قوم کو اسلام و ایمان کی دعوت دیتے ہوئے کہتے تھے جس کو قرآنِ پاک میں اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۝

ترجمہ: ''کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اُتاری گئی۔ اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی۔ حق اور سیدھی راہ دکھاتی۔
اے ہماری قوم اللہ کے منادی کی بات مانو اس پر ایمان لاؤ کہ وہ تمھارے کچھ گناہ بخش دے اور تمھیں دردناک عذاب سے بچالے۔'' (پارہ ۲۶، سورہ احقاف: ۲۹، ۳۰، ۳۱)

جنّات کے عقائد:

انسانوں کی طرح جنّات کے بھی مختلف عقائد ہیں۔ کچھ نیک اور کچھ ظالم ہیں۔ سورۂ الجنّ میں ان کے نظریات کا بیان اس طرح ہے کہ:

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا۝

''اور ہم میں بعض نیک بھی ہیں اور بعض اور طرح کے ہم بھی تو کئی راستوں پر گامزن ہیں۔'' (سورۃ الجنّ: ۱۱، پ۲۹)

جنّوں کا کہنا ہے کہ ہم سب ایک عقیدے پرنہیں اور نہ ہی سیرت و کردار میں یکسانیت رکھتے ہیں۔ ہم میں سے کچھ نیک و کار ہیں جو کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے کسی کے نقصان کے حق میں نہیں ہوتے۔ اور بعض جنّات فتنہ و فساد پیدا کرنے والے، اذیت پہنچانے والے اور شرارتی ہوتے ہیں پھر ان کے مذاہب بھی الگ الگ ہوتے ہیں بعض

اللہ تعالیٰ کی توحید اور اُس کے انبیاء اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض منکرین اور گمراہ ہوتے ہیں یعنی جنّات کا کہنا ہے کہ ہمارے راستے جدا جدا ہیں۔ مزید سورہ الجنّ ہی میں ہے کہ:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

ترجمہ: ''اور بے شک ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ ظالم تو جنھوں نے اسلام قبول کیا تو انھوں نے حق کی راہ تلاش کر لی۔ اور جو حق سے منحرف ہوتے ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔'' (سورۃ الجن: ۱۴۔۱۵، پ ۲۹)

سرکار دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِّنْهُمْ شَيْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔

ترجمہ: بے شک مدینہ منورہ میں جو جنّ تھے وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن ان کو خبر دار کرو۔ پس اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے یعنی کافر جنّ ہے۔'' (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۶۰)

مزید نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِهٰذِهِ الْبُيُوْتِ عَوَامِرَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِّنْهَا شَيْئًا فَحَرِّجُوْا عَلَيْهَا ثَلٰثًا فَاِنْ ذَهَبَ وَاِلَّا فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّهٗ كَافِرٌ۔

ترجمہ: ''بے شک ان گھروں کے آباد کرنے والے ہیں (یعنی گھروں میں جنّ رہتے ہیں) جب تم کسی کو ان سے دیکھو تو تنگی پکڑو اس پر تین بار۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۶۰)

یعنی اس کو کہو اَنْتَ فِیْ خَرَجَ اگر چلا گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ کافر ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ جنّ کافر بھی ہوتے ہیں اور مسلمان بھی۔ اور گھروں میں رہتے بھی ہیں ان کو فوراً نہیں مارنا چاہیے۔ بلکہ حدیث شریف میں جیسے بتایا گیا اُس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ صاوی حاشیہ جلالین صفحہ نمبر ۴۱۹ پر درج ہے کہ بعض جنّ پروں والے ہوتے ہیں اور وہ اُڑتے ہیں۔ بعض جنّ سانپ اور کتّوں کی شکل پر ہوتے ہیں بعض جنّ ایک جگہ قیام کرتے ہیں اور پھر وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں۔

حکایت:

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں تذکرہ کیا ہے کہ ایک شخص پیشاب کرنے کے لیے ایک ویران جگہ پر گیا۔ وہاں سانپ دیکھا اس کو قتل کر دیا وہ سانپ دراصل ایک جنّ تھا۔ وہاں جنّات اکٹھے ہو گئے اور اُس شخص کو قتل کرنا چاہا۔ تو کسی جنّ نے مشورہ دیا کہ فلاح شیخ کے پاس لے چلو اور اس سے فتویٰ پوچھو۔ پس جنّات اس آدمی کو اُس شیخ کے پاس لے گئے۔ شیخ ایک سفید ریش بوڑھے تھے انھوں نے واقعہ پوچھا۔ جواب میں سارا قصہ سنایا گیا۔ اُس بزرگ نے پوچھا کہ مقتول جنّ کس صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ بشکل سانپ۔ شیخ نے کہا کہ حضور کا فرمان ہے کہ اگر جنّ اپنی غیر صورت میں قتل کیا گیا تو اُس کے قاتل پر کچھ نہیں۔ پس اس شخص کو چھوڑ دو تو جنّات نے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۷)

بیہقی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مکّہ معظّمہ جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مرا ہوا سانپ نظر آیا۔ آپ نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا اس کے بعد ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے۔

رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا سَرَقُ

''اے سرق (جنّ کا نام) اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔''

پھر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سید دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ اے سرق تو فلاں جنگل میں مرے گا اور تجھے میری اُمت کا ایک بہترین انسان دفن کرے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا۔ خدا تجھ پر رحم فرمائے تو کون ہے تو اُس نے جواب دیا کہ میں ایک جنّ ہوں اور یہ سرق جنّ کا نام ہے۔ جن جنّات نے حضور اکرم ﷺ سے بیعت کی تھی ان میں سے سب انتقال کر گئے ایک میں اور ایک یہ سرق باقی تھے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے سرق تیری موت ایک جنگل میں آئے گی اور تجھے میری اُمت کا بہترین شخص دفن کرے گا۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۷)

اسی انداز کا ایک اور واقعہ ہے کہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں چند صحابہ کرام کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ راستے میں ایک سانپ قتل کیا ہوا ملا۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا جب رات پڑی تو ہم نے دو عورتیں دیکھیں جو اس کے بارے میں سوال کرتی تھیں۔ ان عورتوں نے بتایا کہ کافر اور مومن جنّات کی آپس میں جنگ ہوئی اور اس کو قتل کر دیا گیا اور یہ اُن جنّوں میں سے تھا جنہوں نے (بطنِ نخلہ) میں سرکار دو عالم ﷺ سے قرآن سنا تھا اور آپ نے ان کو اپنی قوم کی جانب مبلغ اسلام بنا کر بھیجا تھا۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۷)

ان تینوں واقعات سے پتا چلتا ہے کہ جنّات کبھی سانپ اور کبھی کتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ صاحب نظر لوگ پہچان جاتے ہیں اور مسلمان جنّوں کا احترام بھی کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے مُبلّغ ہیں اور یہ جنّات لوگوں سے غائبی طور پر گفتگو بھی کرتے ہیں۔

حضرت ابن فاتکؓ کا ایمان لانا:

جنّات جنھوں نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی اور ان کو تبلیغی فرائض بھی

سونپے انھوں نے جنّات کو تبلیغ کرنے کے ساتھ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ انسانوں کو غائبی آواز میں خطاب کر کے راہنمائی کی اور انسانوں کے جائز امور میں خدمت بھی بجالاتے۔ اسی انداز کا حضرت ابن فاتکؓ کے صاحب ایمان ہونے سے متعلق واقعہ ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں کہ میرے کچھ اونٹ گم ہو گئے اور میں ان کی تلاش میں باہر نکلا۔ اور انہیں ایک وادی میں پالیا۔ چونکہ میں تھک چکا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے اسی وادی میں سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اور عادت کے مطابق یہ پڑھا کہ:

نَعُوْذُ بِعَزِیْزِ ھٰذَا الْوَادِیْ

''ہم پناہ مانگتے ہیں اس وادی کے بڑے جنّ سے۔''

اتنے میں میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

عُذْ یَا فَتٰی بِاللّٰہِ ذِی الْجَلَالِ
وَالْمَجْدِ وَالنَّعْمَاءِ وَالْاَفْضَالِ

''اے جوان! اللہ کے ساتھ پناہ مانگ جو عظمت وجلال اور فضل وکرم کا مالک ہے۔''

میں نے یہ آواز سنی تو کہا۔ کہ اے ہاتف، صاف صاف بتا تمہارا کیا مطلب ہے اور میرے لیے ہدایت کا کیا طریقہ وراستہ ہے تو پھر آواز سنائی دی کہ:

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ذُو الْخَیْرَاتِ
بِیَثْرِبَ یَدْعُوْا اِلَی النَّجَاتِ

''رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے ہیں جو یثرب (مدینہ منورہ) میں ہیں۔ اور نجات کی طرف بلا رہے ہیں۔''

میں نے کہا۔ تم کون ہو۔ تو آواز آئی کہ میں جنّ ہوں۔ میرا نام عمرو بن اثال ہے اور نجد کے مسلمان جنّوں پر حضور ﷺ کی طرف سے میں عامل مقرر ہوں۔

میں نے کہا۔ کہ اگر میرے یہ اونٹ کوئی شخص میرے گھر تک پہنچا دے تو میں ابھی مدینہ منورہ حاضر ہو کر ایمان لے آؤں۔ آواز آئی کہ جاؤ تم مدینہ منورہ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لاؤ۔ تمھارے یہ اونٹ تمھارے گھر پہنچا دوں گا۔ چنانچہ میں اُسی وقت ان اونٹوں میں سے ایک پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ یہ دن جمعۃ المبارک کا تھا اور جس وقت میں پہنچا ہوں اُس وقت نماز ہو چکی تھی۔ اور صحابۂ کرام مسجد سے نکل رہے تھے میں اپنی اونٹنی بٹھا رہا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوذرؓ تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے۔ اندر چلو حضور ﷺ تمھیں بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا:

کیوں بھئی۔ جس نے تمہارے اونٹ تمہارے گھر پہنچانے کا وعدہ کیا تھا اس نے تم سے کیا کیا' کچھ کہا' اور فرمایا تمہارے اونٹ اس نے صحیح سالم تمہارے گھر تک پہنچا دیئے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ نمبر ۱۸۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جنّات کے بھی رسول ہیں۔ اور جنّات نے کفر چھوڑ کر اسلام کو قبول کیا حضور کے اُمتی بنے، اسلام کے مبلغ بنے اور خدمت اسلام پر مامور بھی ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور تسخیر جنّات:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہ تھے بلکہ جنّات اور حیوانات بھی تابع فرماں تھے۔ یہ اس دعا کا نتیجہ تھا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بحضورِ خداوندی گزاری۔ قرآنِ پاک میں آپ کی یہ دعا سورہ (ص) میں ہے کہ:

رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۝

ترجمہ: ''اے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے لیے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لیے میسر نہ ہو۔ بے شک تو بہت دینے والا ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو زیورِ قبولیت عطا فرمایا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ نہ اُس سے پہلے اور نہ بعد میں کسی حاکم کو عطا فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ: گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں تا کہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو۔ مگر اُس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی کہ انھوں نے خدائے تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا:

رَبِّ هَبۡ لِیۡ مُلۡكًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ

یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔ (بخاری کتاب الانبیاء۔ فتح الباری۔ جلد ۴ ص ۳۵۶)

نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد۔ فَذَكَرۡتُ دَعۡوَةَ اَخِیۡ سُلَیۡمٰنَ (مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی) کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے مجھ میں کل انبیاء ورُسل کے خصائص و امتیازات جمع فرما دیئے اور اس لیے تسخیر قوم جن پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس اختصاص کو اپنا طغرائے امتیاز قرار دیا ہے تو میں نے اس سلسلہ کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا۔

جن اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے کہ جو سخت ترین اور مشکل ترین کام سرانجام دے سکتی ہے۔اسی لیے جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ، بیت المقدس کی تعمیر اور اس کے چاروں طرف ایک عظیم الشان شہر آباد کرنا چاہا تو اس ارادے کی تکمیل کے لیے دور دراز اطراف سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر منگوانے کے لیے جنّات ہی کی خدمت لی۔لہٰذا وہ دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر لاتے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام سرانجام دیتے تھے۔اس طرح جنّوں کی تسخیر کی وجہ سے بے مثل اور شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی۔

جنّات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے بیت المقدس کے علاوہ اور بھی تعمیرات کیں اور بعض ایسی چیزیں بنائیں جو اس زمانہ کے لحاظ سے نہایت عجیب وغریب سمجھی جاتی تھیں۔تسخیر جنات سے متعلق قرآنِ پاک میں مختلف جگہوں پر تذکرہ ہے جن میں سے چند آیات بطور حوالہ (سورہ سبا، سورہ الانبیا، سورہ النمل، سورہ ص) درج ذیل ہیں۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۚ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝

ترجمہ: ''اور جنّوں میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اُس کے پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کجروی کرے ہم اُس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے وہ اس کے لیے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا تھا۔قلعوں کی تعمیر، ہتھیار، اور تصاویر اور بڑے بڑے لگن (ایسا برتن جس میں بہت سے آدمی کھا سکیں) جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی بڑائی کی وجہ

سے ایک جگہ جمی رہیں اور اے آلِ داوٗد شکر گزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔" (سورہ سبا:۱۲، ۱۳۔ پ ۲۲)

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ○

"اور شیطانوں (سرکش جنّوں) میں سے ہم نے مسخر کر دیئے۔ وہ جو اُس (سلیمانؑ) کے لیے سمندروں میں غوطے مارتے (یعنی بیش قیمت بحری اشیاء نکالتے) اور اس کے علاوہ اور بہت سے کام انجام دیتے اور ہم اُن کے لیے نگران اور نگہبان تھے۔" (سورہ انبیاء:۸۲، پ ۱۷، ع ٦)

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ○

ترجمہ: اور اکٹھے کیے گئے سلیمان علیہ السلام کے لیے اس کے لشکر جنّوں میں سے اور انسانوں میں سے اور جانوروں میں سے اور وہ درجہ بدرجہ کھڑے کیے جاتے ہیں۔" (سورہ النمل: آیت ۱۷۔ پ ۱۹)

وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ○ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ: "اور مسخر کر دیئے سلیمان علیہ السلام کے لیے شیطان (سرکش جن) ہر قسم کے کام کرنے والے۔ عمارت بنانے والے۔ دریا میں غوطہ لگانے والے اور وہ (سرکش سے سرکش) جو جکڑے ہوئے ہیں زنجیروں میں۔ یہ ہماری بخشش وعطا ہے۔ چاہے اس کو بخش دو یا روکے رکھو تم سے اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔" (سورہ ص:۳۷، ۳۸۔ پ ۲۳)

اس آیت سے نہایت واضح معلوم ہوتا ہے کہ جنّات میں اعلیٰ درجے کے دستکاراور کاریگر ہیں اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جنّات سمندر کی تہ تک پہنچ سکتے ہیں ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ ناری طاقت سے نوری طاقت زیادہ ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بس میں سرکش جنّات کر دیئے گئے۔ فسادی اور سرکش جنّات کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے اگرچہ جنّات آگ اور ہوا کی طرح ہماری گرفت میں نہیں آسکتے لیکن بزرگوں کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے۔

طاقتِ جنّ اور طاقتِ صحابی سلیمان علیہ السلام:

قرآن پاک میں دربارِ حضرت سلیمان کا واقعہ بسلسلۂ تخت ملکۂ سبا لانا مرقوم ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ ملکۂ سبا (حضرت سلیمان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپؑ کی حاضری کے لیے) روانہ ہو چکی ہے تو آپ نے درباریوں سے کہا کہ کون ہے جو اس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کو میرے پاس لے آئے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○

ترجمہ: ''آپ نے فرمایا اے (میرے) درباریو، کون تم میں سے لے آئے گا میرے پاس اس کے تخت کو اس سے پہلے کہ وہ آ جائے میری خدمت میں فرمانبردار بن کر۔'' (سوہ النمل: ۳۸۔ پ ۱۹، ع ۱۷)

مفسرین لکھتے ہیں کہ تخت بلقیس بہت وزنی اور بہت بڑا تھا۔ نہایت طویل وعریض اور بلند تخت لانا جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس تخت کے درمیان کی مسافت ڈیڑھ ہزار میل سے زیادہ بتائی جاتی ہے نہایت قلیل وقت میں لانا بہت مشکل کام تھا لیکن پھر بھی

درباریوں میں سے ایک جنّ جس کا نام عفریت تھا اُٹھ کرنہایت ادب سے دست بستہ عرض کرنے لگا کہ اگر اس خادم کو اجازت دی جائے تو یہ تخت آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے لے آؤں گا ساتھ ہی اُس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ میں اس کے لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امین بھی ہوں اس لیے کہ جو قیمتی جواہرات اس تخت میں جڑے ہوئے ہیں ان میں ہرگز خیانت نہیں کروں گا۔

قرآنِ پاک اس بات کی گواہی اس طرح دیتا ہے کہ:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○

عرض کی ایک عفریت نے جو جنات میں سے تھا "(حکم ہوتو) میں لے آتا ہوں آپ کے پاس اسے قبل اس کے کہ آپ کھڑے ہوں اپنی جگہ سے اور بے شک میں اُس کو اٹھا لانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں (اور) امین بھی ہوں۔" (سورۃ النمل: ۳۹۔ پ۱۹، ع۱۷)

آپؑ نے اس جنّ کی پیش کش کو قبول نہ فرمایا: آپؑ کے نزدیک اس تخت کو لانے کے لیے زیادہ وقت تھا اور اس سے بھی پہلے یعنی نہایت قلیل وقت میں چاہتے تھے کہ وہ تخت آ جائے تو پھر ایک شخص اُٹھا اور نہایت ادب سے گزارش کی کہ اگر مجھے اجازت عطا فرمائیں تو میں اُس تخت کو لے آؤں گا قبل اس کے آپ آنکھ جھپکیں آپؑ نے اسے اجازت عطا فرمائی تو پھر آپ نے آنکھ بند کر کے کھولی تو تخت بلقیس سامنے موجود تھا۔

قرآن پاک میں اُس شخص کا بیان اس انداز میں ہے کہ:

قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۔

ترجمہ: عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا (اجازت ہوتو) میں لے آتا ہوں اسے آپ کے پاس قبل اس کے کہ آپ کی آنکھ جھپکے پھر جب آپ نے اسے دیکھا کہ وہ رکھا ہوا ہے آپ کے نزدیک، تو فرمانے لگے یہ میرے رب کا فضل ہے۔"

(سورۃ النمل: ۴۰۔پ۱۹،ع۱۷)

تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے سامنے پا کر اپنے سر کو جھکا کر بارگاہِ الٰہی میں شکر ادا کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص کون تھا جس نے ایک لمحہ میں تخت بلقیس کو ایک ہزار پانچ سو میل کی مسافت سے سبا سے بیت المقدس پہنچا دیا جو کہ قصر شاہی میں محفوظ اور نگہبانی کے لیے خصوصی پہرے داروں کی موجودگی میں لے آیا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں قرآنِ پاک نے اس کا نام نہیں بتایا اس کی صفت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور مشہور قول یہ ہے کہ یہ آصف بن برخیا تھے۔ اور ان کے اندر یہ طاقت وقوت ہونا اس وجہ پر ہے کہ ان کے پاس عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (کتاب کا علم) تھا۔ اس آیت مقدسہ سے اولیاء کرام کی کرامات ثابت ہوتی ہیں کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک اُمّتی الکتاب کے علم کی برکت سے ایسا کام کرسکتا ہے تو تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار کی اُمت کا ولی جو کہ الکتب المبین کا عالم اور اس کے اسرار و معارف پر آگاہ ہے اس سے ایسے اُمور کا سرزد ہونا کیا مشکل ہے۔

جب بلقیس آئی تو اس سے سوال کیا گیا کہ کیا تیرا شاہی تخت بھی اسی قسم کا ہے۔ تو دیکھتے ہی بھانپ گئی اور کہنے لگی یہ تو بعینہٖ وہی معلوم ہوتا ہے اور ہمیں تو اس بات کی پہلے ہی اطلاع ہو چکی ہے کہ تخت آپ کے پاس پہنچ چکا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ○

ترجمہ: تو جب وہ آئی تو اس سے پوچھا گیا۔ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔ کہنے لگی یہ تو ہو بہو وہی ہے اور ہمیں اطلاع مل گئی تھی اس واقعہ کی اس سے پہلے اور ہم تو فرمانبردار بن کر حاضر ہوئے ہیں۔" (سورہ النمل: ۴۲، پ ۱۹، ع ۱۷)

لٰہذا ملکہ سبا بلقیس نے اسلام کو قبول کر لیا اور احکام خداوندی اور اتباعِ حضرت سلیمان علیہ السلام میں زندگی گزارنے لگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا شیطان پر تسلّط:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے (صدقۂ فطر) کی حفاظت پر مقرر فرمایا (رات کو) ایک آنے والا آیا طعام (کے ڈھیر) سے مٹھی بھرنی شروع کی۔ میں نے اُس کو گرفتار کر لیا اور میں نے اس کو کہا کہ ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا وہ کہنے لگا۔

اِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَّعَلَیَّ عِیَالٌ وَلِیَ حَاجَةٌ۔

میں محتاج ہوں، عیال دار ہوں مجھے سخت حاجت ہے۔

فرماتےؓ ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا (جب) میں نے صبح کی تو مجھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یَا اَبَا هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ۔

"ابو ہریرہ گزشتہ رات تیرے قیدی (چور) نے کیا کیا۔"

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے سخت حاجت کی شکایت کی اور بال بچے (بتائے) مجھے اس پر رحم آ گیا۔ پس اس کا راستہ خلاص کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَمَّا اَنَّہٗ قَدْ کَذَبَكَ وَسَیَعُوْدُ۔

''خبردار بے شک تجھے جھوٹ کہا ہے وہ عنقریب لوٹے گا۔''

(حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں) میں نے معلوم کرلیا کہ وہ بے شک لوٹے گا کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ بے شک لوٹے گا۔ پس اس کا منتظر رہا۔ پس وہ آیا تو طعام سے مٹھی بھرنا شروع کی تو میں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور کہا ضرور میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج اور عیالدار ہوں پھر نہ لوٹوں گا تو مجھے اس پر رحم آ گیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ پس جب میں صبح اُٹھا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

یَا اَبِیْ هُرَیْرَةَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ۔

''اے ابوہریرہ تیرے قیدی (چور) نے کیا کیا۔''

یارسول اللہ ﷺ اس نے سخت حاجت اور بال بچے کی شکایت کی۔ پس مجھے رحم آ گیا اور اس کو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا:

اَمَّا اَنَّہٗ قَدْ کَذَبَكَ وَسَیَعُوْدُ۔

خبردار اس نے بے شک تجھے جھوٹ کہا اور عنقریب لوٹے گا میں پہچان گیا کہ وہ لوٹے گا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آئے گا پس میں اس کے انتظار میں رہا پس وہ آیا اور طعام سے مٹھی بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ اور میں نے کہا ضرور تجھے حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اور یہ تیسری بار ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں نہیں لوٹوں گا اور پھر لوٹ آتا ہے۔ اس نے کہا (اب) مجھے چھوڑ دو میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں ان سے تجھے اللہ تعالیٰ نفع دے گا۔ جب تو اپنے بستر پر آرام کرے تو آیت الکرسی پڑھ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یہاں تک یہ آیت مکمل ہو جائے۔ پس

بے شک تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور صبح تک تیرے پاس شیطان نہیں بھٹکے گا۔ پس میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ جب میں نے صبح کی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ تیرے چور نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا اُس نے مجھے کہا میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بہر حال بے شک اس نے تجھے سچ کہا حالانکہ وہ جھوٹا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا تو جانتا ہے جو تین راتیں تیرے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ شیطان تھا۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ہے جو ابو ہریرہؓ کے پاس آنے والے چور (شیطان کی خبر دیتے رہے)۔

دوسری بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے جو نکلتا ہے پورا ہوتا ہے جیسا کہ آپ ابو ہریرہ سے فرماتے رہے کہ وہ چور پھر آئے گا۔

اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ آنے والا چور شیطان ہے۔

تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو وہ طاقت حاصل ہے کہ جس سے سرکش جنّات اور شیاطین پر ان کا تسلّط اور تصرّف حاصل ہوتا ہے۔

شیاطین اور وہ جنّات جنھوں نے کفر اختیار کیا جو شریر اور فسادی ہیں ایمان والوں کو پریشان کرتے، اذیت پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں لیکن کلام اللہ، حضور ﷺ کے عمل، اور برگزیدہ ہستیوں کی وجہ سے زیر ہوتے ہیں۔

حضرت یعلیٰ بن مرہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ چلتے ہوئے ایک چشمہ پر پہنچے ایک عورت ایسے بچے کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لائی جس کو جنون تھا

یعنی جن چمٹا ہوا تھا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کی ناک پکڑی اور فرمایا:

اُخْرُجْ فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

''نکل جا، بے شک میں محمد ہوں۔ جو اللہ کا رسول ہے۔''

(یعلیٰ بن مرّہ فرماتے ہیں) کہ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ جب ہم واپس لوٹے تو اس چشمہ پر سے گزرے تو حضور ﷺ نے اس عورت سے بچے کا حال پوچھا تو عورت نے (ان الفاظ میں) جواب دیا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا رَأَیْنَا مِنْہُ رَیْبًا بَعْدَکَ

''قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ نہیں دیکھا ہم نے بچے سے کوئی مکروہ جو شک میں ڈالے آپ کے چلے جانے کے بعد۔'' (رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ ص ۵۴۰)

اسی انداز کی ایک حدیث حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنا بچہ ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے کو جنون (دیوانگی) ہے اور وہ جنون اس کو صبح اور شام کے کھانے کے وقت پکڑ لیتا ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے اس بچے کے سینے پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ پس اس بچے نے قے کی

وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِہٖ مِثْلُ الْجِرْوِ الْاَسْوَدِ یَسْعٰی (رواہ الدارمی مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

اور نکلا اس کے پیٹ سے مثل چھوٹے بچے کتے کے سیاہ رنگ کا جو دوڑتا تھا۔

جنّات و شیاطین کی پکڑ کے وقت صرف حکم فرماتے، دعا فرماتے تو جنات پکڑے ہوئے شخص کو چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ اسی طرح صحابۂ کرام کو آسیبی و سحری اثرات کو ختم کرنے کے لیے کلام اللہ کی آیات اور دعائیں تعلیم فرمائیں جن سے جنّ اور سحر کا اثر ختم ہو جاتا اور مریض شفایاب ہو جاتا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○

ترجمہ: ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ آیات جو شفا اور رحمت ہیں مومنوں کے لیے اور ظالموں کو نہیں زیادہ کرتا مگر نقصان۔" (سورہ بنی اسرائیل۔ پ ۱۵، ع ۹)

آیت مذکورہ میں اس امر کی وضاحت بیان فرمائی گئی ہے کہ قرآن پاک صاحب ایمان لوگوں کے لیے مکمل و مطلق شفا ہے اس میں ہر قسم کی ظاہری و باطنی، جسمانی و روحانی امراض کے لیے شفا ہے۔ کفر و نفاق، حسد، کینہ، بغض و عناد تمام کا علاج قرآنِ پاک میں موجود ہے۔ جسمانی جتنی بھی امراض ہیں اس کے لیے قرآن پاک کامل شفا ہے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے جو کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشَّفَائَيْنِ الْعَسَلُ وَالْقُرْاٰنُ۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو شفاؤں کو لازم پکڑو، ایک شہد اور دوسرا قرآن۔" (مشکوٰۃ ص ۳۹۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الدَّوَآءِ الْقُرْاٰنُ۔

"حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بہترین دوا قرآن ہے۔" (اتقان جلد دوم ص ۱۶۳)

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حلق کے درد کی شکایت کی آپ نے

فرمایا: عَلَيْكَ بِقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ تو قرآن پاک کا پڑھنا اپنے اوپر لازم کرے۔(اتقان جلد دوم ص ۱۶۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ میرا سینہ درد کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور اس کا یہ علاج بیان فرمایا:

اِقْرَاَ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔

ترجمہ: قرآنِ پاک پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن سینوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔"(اتقان جلد دوم ص ۱۶۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے جب ہم ایک منزل پر ٹھہرے تو ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ ہمارے قبیلہ کا ایک سردار بیمار ہے کیا تمہارے پاس کوئی دم کرنے والا ہے۔ تو ایک شخص ہم میں سے لونڈی کے ہمراہ گیا اور سورۃ الحمد شریف پڑھ کر بیمار کو دم کیا تو بیمار اچھا ہو گیا۔

جب ہم واپس آئے تو سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا یہ کیسے جانتا تھا کہ الحمد شریف بیمار پر پڑھ کر دم کیا جاتا ہے۔ یعنی سید عالم ﷺ نے اس کو ثابت رکھا۔(اتقان ص ۱۶۳)

حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا اور حضور رحمت عالم ﷺ نے میری بیمار پُرسی فرمائی اور مجھے الحمد شریف پڑھ کر دم کیا۔ (اتقان جلد دوم ص ۱۶۳)

صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ بن العاص سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ سے اپنے اُس درد کی شکایت کی جو انِ کے جسم میں تھا۔ اور اس کے بعد وہ اسلام لائے اس پر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بدن کے اس حصہ کو ہاتھ سے پکڑ جہاں درد ہے تین بار بِسْمِ اللّٰهِ اور سات بار اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَمَآ اُحَاذِرُ۔ کو پڑھ کر دم کر دیا۔

مواہب الدنیہ میں آیات شفا کے متعلق بیان میں ضمنی طور پر ایک حکایت بیان کی ہے جو کہ امام طریقت حضرت ابوالقاسم قشیریؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک بچہ بیمار ہو گیا۔ اس کی بیماری اتنی سخت ہو گئی کہ وہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عالم خواب میں دیکھا اور حضور ﷺ کی خدمت میں بچے کا حال پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم آیت شفا سے کیوں دور ہوتے ہو۔ کیوں ان سے تمسک نہیں کرتے اور شفا نہیں مانگتے میں بیدار ہو گیا اور اس پر غور کرنے لگا تو میں نے ان آیاتِ شفا کو قرآن پاک میں چھ جگہ پایا۔

(۱) وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(۲) وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ۔

(۳) يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ

(۴) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(۵) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

(۶) قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔

فرماتےؒ ہیں کہ میں نے ان آیات کو لکھا اور پانی میں گھول کر بچے کو پلا دیا وہ بچہ اسی وقت شفا پا گیا گویا کہ اُس کے پاؤں سے گرہ کھول دی گئی ہو۔

تفسیر نعیمی جلد اوّل میں فضائل و فوائد بسم اللہ کے ضمن میں بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں بادشاہ روم ہرقل نے خط لکھا کہ مجھے سر درد کی بہت شکایت رہتی ہے کچھ علاج کیجیے آپؓ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی جب بادشاہ وہ ٹوپی پہنتا تھا درد جاتا رہتا اور جب اُتار دیتا تھا درد شروع ہو جاتا تھا۔ اس کو سخت تعجب ہوا اس نے ٹوپی کو کھلوایا، دیکھا تو اس میں ایک پرچہ رکھا تھا جس میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ لکھا تھا۔

مرضِ مرگی کا علاج:

سحری و آسیبی اثرات کی طرح ارواحِ خبیثہ کی وجہ سے بعض اوقات انسان کو مرضِ مرگی لاحق ہو جاتا ہے اس کا علاج دشمن سے جنگ کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ اس مرض کی صورت میں صرف اتنا فرماتے

اُخۡرُجۡ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ

تو مریض صحت یاب ہو جاتا۔

بعض معالجین مرگی کے مریض کو۔ آیت الکرسی اور معوذتین یعنی سورۂ الفلق اور سورۂ النّاس کثرت سے پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں اور بعض اس کے علاج کے لیے آیت پاک:

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ الخ

(سورۃ فتح آیت نمبر ۲۹)

یا نبی اکرم ﷺ کی قسم کھلانا اس کے دفعیہ میں مجرب ہے۔ (مدارج النبوت جلد اوّل)

نظر لگنا (نظر کے اثرات):

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے العین حق یعنی بدنظری اور اس کی

کارفرمائی نفس الامر میں موجود ثابت ہے اور حق تعالیٰ نے بعض جانوں میں ایسی خاصیت رکھی ہے کہ جب وہ کسی چیز کی طرف اچھی نظر سے دیکھتے ہیں تو وہ چیز نقصان دیتی ہے جس طرح کہ جادو میں نقصان ہے (چاہے کوئی اچھے نظریہ سے کرے یا برے سے ہر حال میں نقصان دہ ہے) یادرہے کہ حضور ﷺ نے جب فرمادیا کہ بدنظری حق ہے تو پھر اس پر اعتقاد واجب اور انکار باطل ہے۔

لٰہذا اگر کوئی یہ کہے کہ سب کچھ تو تقدیر الٰہی سے ہے۔ بدنظری کا کیا اعتبار؟ تو ایسی صورت میں اس کا جواب یہ ہوگا کہ بدنظری بھی تقدیر الٰہی سے ہے کیونکہ آنکھ کی تاثیر ذاتی نہیں ہے۔

نظر نے اپنا کام دکھانا ہوتا ہے ہر حال میں اثرات ہوں گے ہاں اگر درمیان میں کوئی مانع حائل ہو مثلاً کلمات تعویز اور دعا وغیرہ تو وہ ایک طاقت بن کر اُس کے نفوذ سے محفوظ رکھے تو بچا جاسکتا ہے اور ہاں اگر حفاظتی انتظامات زیادہ مضبوط ہوں تو ممکن ہے کہ وہ اثرات اُسی کی طرف پلٹ جائیں۔

بدنظری کا علاج حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب معوذات کے ذریعہ تھا یعنی وہ آیات وکلمات جن میں شرور سے استعاذہ ہے جیسے معوذتین، سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی وغیرہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سب سے اہم واعظم رقیہ (رقیہ سے مراد دعائے شفا ہے) سورۂ فاتحہ۔ آیۃ الکرسی اور معوذتین کا پڑھنا ہے۔

تعویذات نبوی ﷺ کے ضمن میں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ان میں سے ایک یہ ہے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُ مِنْ بَرٍّ وَّلَا فَاجِرٍ وَّبِاَسْمَآءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا

خَلَقَ وَمَا بَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ۔

اس کے علاوہ نظر بد کو دفع کرنے کے لیے یہ کلمات پڑھنے چاہیے۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اور اگر دیکھنے سے وہ یہ خیال کرے کہ اپنی ہی نظر کا اسے نقصان نہ پہنچے تو اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ کہے تو اس سے نظر بد دور ہو جاتی ہے۔

حدیث مبارکہ ہے کہ عامر بن ربیعہؓ نے سہلؓ بن حنیف کو دیکھا کہ وہ غسل کر رہے ہیں اور وہ نہایت خوبرو اور حسین ہیں اس پر عامر بن ربیعہ ان کے حسن بدن کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہنے لگے خدا کی قسم میں نے اتنا خوش نما بدن نہ کسی پردہ نشین عورت اور نہ کسی مرد کا دیکھا۔ سہل بن حنیف اسی وقت سرور میں آئے اور زمین پر گر پڑے۔ اس کی اطلاع بارگاہ رسالت میں پہنچی تو فرمایا کہ کس پر تہمت دھرتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا عامرؓ نے اس کے بدن کو دیکھ کر تعریف کی اس کے بعد آپ ﷺ نے عامر کو طلب فرمایا اور اظہار ناراضگی کیا اور فرمایا جب تمہیں اپنے بھائی کی کوئی چیز اچھی لگی اور تم نے اسے دیکھا اور تمہاری نظر میں وہ اچھا کام ہوا تو تم نے اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ کیوں نہ پڑھا اس کے بعد فرمایا کہ سہل بن حنیف کے لیے اپنے بدن کا غسالہ دو تو انھوں نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور دونوں ٹانگیں ران اور شرمگاہ تک دھو کر ایک پیالہ میں دیا پھر وہ غسالہ سہل کے سر پر پشت پر ڈالا وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور لوگوں کے ساتھ چل دیئے گویا انھیں کوئی ضرر پہنچا ہی نہیں

تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اُم سلمہ کے گھر ایک لڑکی کو دیکھا جس پر جنّ کی نظر کا اثر تھا۔ صحیحین کے الفاظ ایسے ہی ہیں کہ لڑکی کو دیکھا کہ اس کے چہرے پر زردی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اس لڑکی کے لیے افسوں پڑھو (نظر بد کے اتار کی دعا، علاج، دعائیہ کلمات) کیونکہ اس پر جنّ کی نظر کا اثر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آدمی کی نظر لگ جاتی ہے اسی طرح جنّ کی بھی نظر لگتی ہے۔

تعویذ:

تعویذ کا لفظ حدیث پاک میں آیا ہے جیسے:

تَعْوِيْذُ الطِّفْلِ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ (الحدیث)

''تعویذ کے معنیٰ اللہ عز وجل سے شر و خوف سے استعاذہ و پناہ مانگنا ہے۔''

کوئی رقیہ اور دعا کو کسی کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا جاتا ہے اسے تعویذ کہتے ہیں اس کو گردن یا بازو پر باندھتے ہیں۔ اور اس بات کی سند یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے خوف و پریشانی اور بے خوابی کے ازالہ کے لیے انہیں یہ کلمات تلقین فرمائے تھے:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ۔

اور ابن مسعودؓ ان بچوں کو جو عقل رکھتے سکھاتے اور وہ بچے جو عقل و سمجھ نہ رکھتے انھیں کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر گردن میں لٹکاتے علمائے کرام و مشائخ اسے جائز رکھتے ہیں۔

سلف صالحین کی جماعت یہ جائز رکھتی ہے کہ آیات قرآنی لکھ کر نظر بد لگے ہوئے کو پلایا جائے۔ قرآن پاک کے کلمات کو لکھ کر اور اسے دھو کر بیمار کو پلائے جائے خواہ مطلق قرآن لکھ کر یا کوئی ایسی آیت جو مناسب شفا ہو یا اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ ہو۔

حضرت احمد بن ابی الحسن الرّ فاعیؒ کا تعویز لکھنا

حضرت احمد بن ابی الحسن الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ بیماروں، حاجتمندوں کو تعویز لکھ دیتے۔اس کا انداز یہ تھا کہ کوئی شخص تعویز لکھوانا چاہتا تو وہ کاغذ لے کر آ تا۔اگر سیاہی موجود ہوتی تو سیاہی سے لکھ دیتے اور سیاہی موجود نہ ہونے کی صورت میں بغیر سیاہی ہی کے لکھ دیتے۔ایک بار آپ نے ایک شخص کو سیاہی کے بغیر ہی تعویذ لکھ دیا کچھ مدت تک وہ شخص غائب رہا۔کچھ عرصہ کے بعد (بطورِ امتحان) وہ پھر اُسی کاغذ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اس کاغذ پر تعویز لکھ دیجیے۔

آپؒ نے جب اس کاغذ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے برخوردار یہ کاغذ تو لکھا ہوا ہے اور اس کو واپس کر دیا۔

حضرتِ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا تھی آپ نے ایک آیت یا دو آیتیں قرآنِ پاک کی بتائیں اور فرمایا کہ انھیں لکھ کر اور دھو کر اسے پلا دو۔ اس مضمون میں جو امام ابوالقاسم قشیریؒ کی حکایت درج کر چکا ہوں وہ بھی اسی معنیٰ پر دلالت کرتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ تمام امراض جسمانی کے لیے رقیہ اور دعا فرمایا کرتے تھے مثلاً بخار، تپ لرزہ، مرگی، خوف و وحشت، بے خوابی، مصائب و آلام، غم واندوہ، شدت وسختی، بدن میں درد وتکلیف، فقر و فاقہ، قرض، جلنا، دردِ دندان، حبس بول، نکسیر، عسر ولادت اور دیگر امراض و آلام سب کی دعائیں، رقایا، اور تعویذات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے سورہ القلم کی آیت نمبر ۵۱ کے ضمن میں متعدد احادیث رقم فرمائی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نظر بد کا اثر ہوتا ہے اور حضور ﷺ سے اس کا دم ہونا

بھی ثابت ہے جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو یہ پڑھ کر دم فرمایا کرتے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو یہ پڑھ کر دم کیا کرتے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوریٰ ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی ومفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لوالدین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوه
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمه
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھنچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت واہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیام محبت
☆	اخلاق سے کام لو گر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

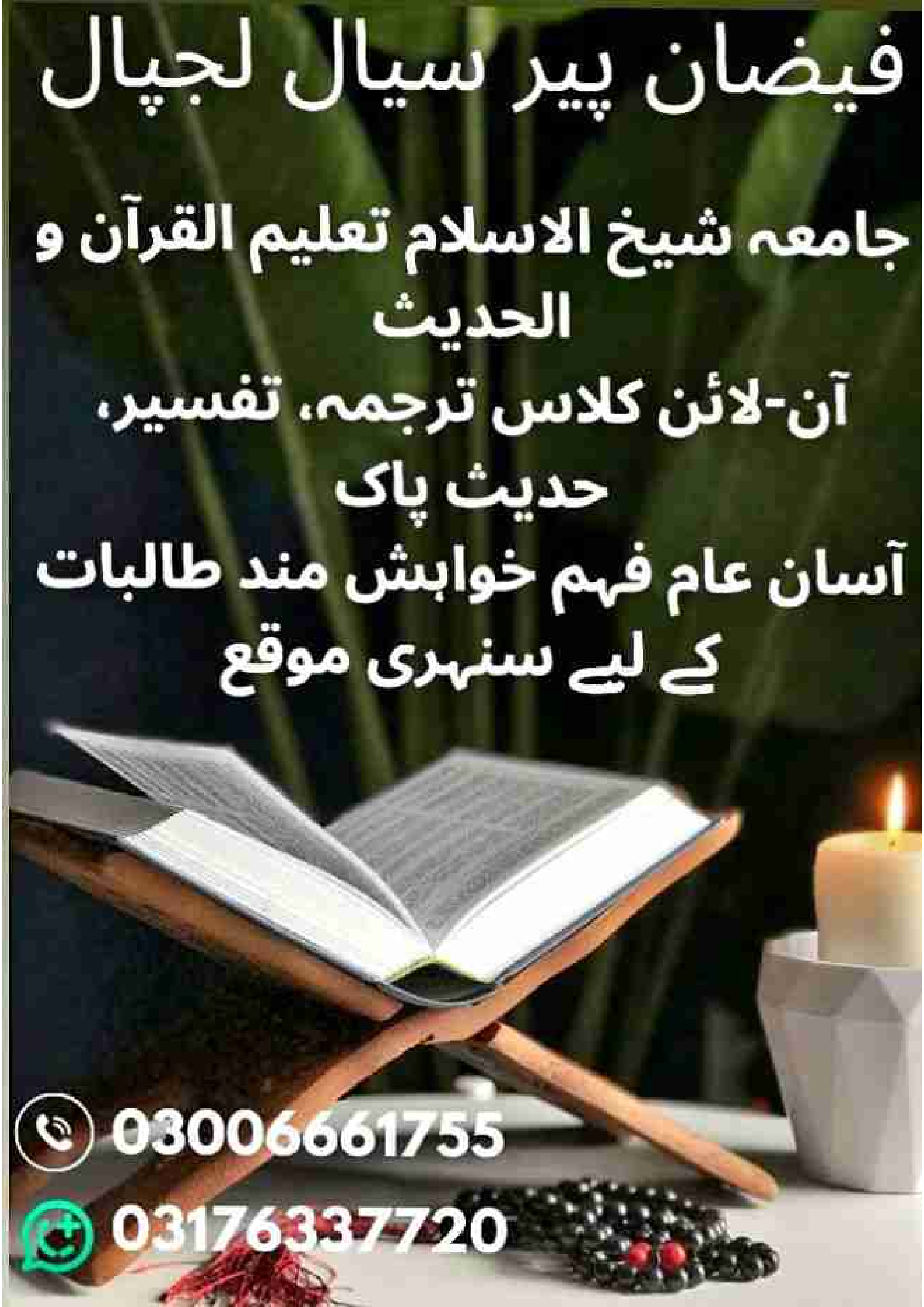
☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارجِ اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہُ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
☆	باعث تسکینِ دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہم السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن

فیضان پیر سیال لجپال

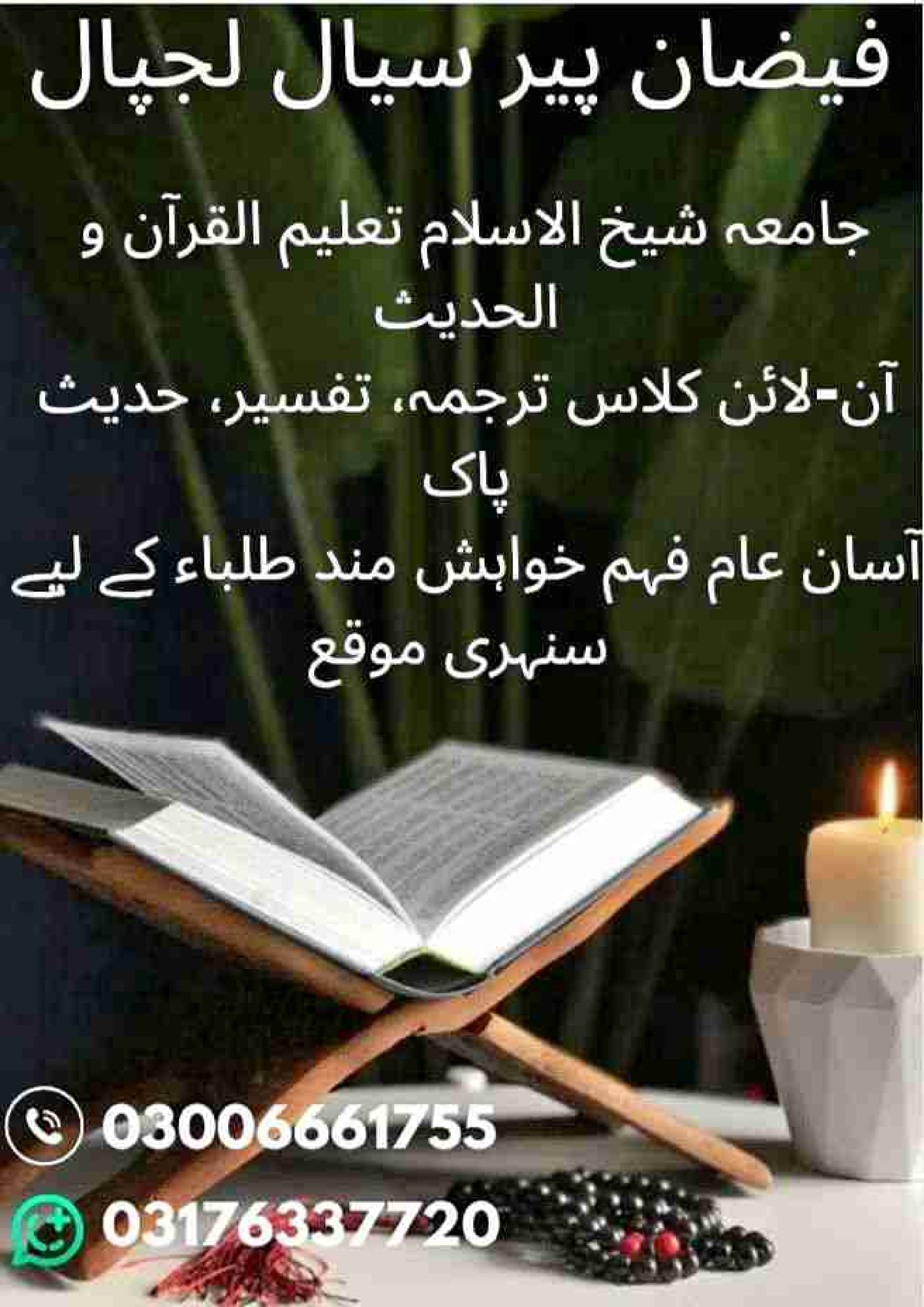


03006661755

03176337720



فیضان پیر سیال لجپال
جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و
الحدیث
آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر،
حدیث پاک
آسان عام فہم خواہش مند طالبات
کے لیے سنہری موقع
03006661755
03176337720


فیضان پیر سیال لجپال
جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و
الحدیث
آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر، حدیث
پاک
آسان عام فہم خواہش مند طلباء کے لیے
سنہری موقع
03006661755
03176337720

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

دُعا

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکلکشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
انکے پیارے منہ کی صُبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شورِ دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشیدِ محشر
سیّدِ بے سایہ کے ظلِّ لوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھُلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب بہیں آنکھیں حسابِ جُرم میں
ان تبسّم ریز ہونٹوں کی دُعا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رُلائے
چشمِ گریانِ شفیعِ مرتجےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بیباکیاں
ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہِ پُلصراط
آفتابِ ہاشمی نورُ الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے اٰمین رَبَّنَا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو